ظاهرة التبديع و التفسيق و التكفير و ضوابطها

تبدیع، تفسیق اور تکفیر

کے مظاہر اور ان کے ضوابط

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ

(سینئر رُکن کبار علماء کمیٹی، سعودی عرب)

تعلیق: الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

طارق علی بروہی

توحیدِ خالص ڈاٹ کام
www.tawheedekhaalis.com

ظاهرة التبديع والتفسيق والتكفير وضوابطها

تبدیع، تفسیق اور تکفیر

کے مظاہر اور ان کے ضوابط

فضيلة الشيخ صالح بن فوزان الفوزان حفظه الله

(سنیئر رکن کبار علماء کمیٹی، سعودی عرب)

تعلیق: الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: طارق علی بروہی

Cover & Design

@ManzoorWaniJK (Twitter)

توحیدِ خالص ڈاٹ کام

www.tawheedekhaalis.com

© حقوق محفوظ توحید خالص ڈاٹ کام

www.tawheedekhaalis.com

فہرست

تمہید	1
اہل سنت والجماعت کی علامات	9
اہل سنت والجماعت کے مذہب کے اصول میں سے چند باتیں	11
گمراہ فرقوں کے ظہور کا اثر	12
تبدیع، تفسیق اور تکفیر کے مظاہر	15
فسق کا معنی اور کوئی مسلمان کب فاسق ہوتا ہے	16
مرتکبِ کبیرہ گناہ کے متعلق خوارج کا مذہب	17
کبیرہ گناہ کے مرتکب کے تعلق سے اہل سنت والجماعت کا مذہب	18
اس بات کے دلائل کہ فاسق شخص ایمان سے خارج نہیں ہوتا	20
تبدیع کے مظاہر	22
علماء کی قدر و منزلت کی معرفت	25
بدعت کی انواع	27
تکفیر	28
خلاصہ	33
نصیحت کا وجوب	38
تعلیق از سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ	40

اس موضوع سے متعلق اہم سوالات جن کا جواب فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ نے ارشاد فرمایا	
بدعت کا ضابطہ کیا ہے اور کسی شخص کو کب بدعتی کہا جائے گا	46
اہل بدعت جیسے روافض ہیں کے بارے میں ہمارا کیا موقف ہونا چاہیے	46
بدعت کو اچھی اور بری میں تقسیم کرنا	47
بدعات اور غلطیوں سے منع کرنے کے بارے میں سستی سے کام لینا	50
مستحسن چیزوں کو ایجاد کرنا	51
بدعت کو پانچ اقسام میں تقسیم کرنا	56
ایسی بدعات جو نسلوں سے رائج چلی آرہی ہیں پر تنبیہ کرنے کی صورت میں فتنے کا خطرہ	57
بدعتیوں کے تعلق سے سلف کا موقف	59
جو کوئی بدعت مکفرہ کا مرتکب ہو	61
جو کوئی اہل بدعت کی توقیر، احترام اور تعریف کرے	62
گناہوں کی وجہ سے تکفیر کرنا	65
کسی گناہ کو ہلکا جاننے والا اور کبیرہ گناہ سے عدم توبہ اور اصرار کرنے والا	69
وہ ضوابط جن کی معرفت طالبعلم کے لیے ضروری ہے	70

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ.

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا، يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ (الاحزاب: 70-71)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کہا کرو، وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کرلی، بہت بڑی کامیابی)

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ، إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ، مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ (ق:16-18)

(اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم ان چیزوں کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس

ڈالتا ہے اور ہم تو (اپنے علم وقدرت سے) اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں، جب (اس کے ہر قول و فعل کو) دو لینے والے (فرشتے) لیتے ہیں، جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہیں، وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے)

اور فرمایا:

﴿إِذْ تَلَقَّوْنَهُۥ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِۦ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُۥ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ ٱللَّهِ عَظِيمٌ﴾ (النور: 15)

(جبکہ تم اسے اپنی زبانوں سے نقل در نقل کرنے لگے اور اپنے مونہوں سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا تمہیں کچھ علم نہیں اور تم اسے معمولی سمجھتے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی)

اور رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جبکہ آپ ﷺ انہیں ابوابِ خیر کے بارے میں بتلا رہے تھے کہ:

”أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى مِلَاكِ ذَلِكَ كُلِّهِ؟، فَقُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ نفسه، وقَالَ: كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ، فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ، وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ،

أَوْ قَالَ: عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ؟!"[1]

(کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتادوں کہ جو ان تمام ابواب خیر کا مجموعہ ہے۔ میں نے کہا ضرور وراے اللہ کے رسول ﷺ۔ پس آپ ﷺ نے خود اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا: اپنی اس چیز کو قابو میں رکھنا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ کیا ہم جو کچھ بولتے ہیں اس پر بھی پکڑے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں تجھے گم پائے اے معاذ! لوگوں کو ان کے چہروں کے بل، یا فرمایا: ان کی ناکوں کے بل جہنم میں ان کی زبان کی لغزشوں کے علاوہ بھی کوئی چیز اوندھا گرائے گی؟!)۔ (یعنی اسی بناپر تو زیادہ تر لوگ جہنم میں جائیں گے)۔

امابعد:

اللہ تعالی نے تاکید کے ساتھ اس امت کو اجتماع، اتحاد ویگانگت کا حکم دیا ہے اور انہیں تفرقہ بازی اور اختلاف سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ، وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْھَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ، وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ

[1] رواه الإمام أحمد في مسنده (237,231/5) ورواه الترمذي في سننه (2616), وإبن ماجه في سننه (3973) كلهم من حديث معاذ بن جبل.

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ، وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾(آل عمران:102-105)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہر گز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو، اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔ اس طرح اللہ تعالی تمہارے لیے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ، اور لازم ہے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے تفرقہ کیا اور باہم اختلاف کرنے لگے اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے، اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے)

اور فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾(الانعام:159)

(بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ کیا اور کئی گروہ بن گئے، ان سے آپ کو کچھ سروکار نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انہیں بتلادے گا جو کچھ وہ کیا کرتے

تھے)

یہ امت صحابہ کرام، تابعین عظام اور فضیلت والے قرون (زمانوں) میں اسی نہج پر گامزن رہی کہ جس کا اللہ تعالی نے انہیں حکم فرمایا تھا، پس وہ آپس میں محبت کرنے والے، ایک دوسرے کی مدد کرنے والے اور باہمی الفت رکھنے والے بھائی بھائی بن کر رہتے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کے لیے فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ، وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭاِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (الانفال:62-63)

(وہی ہے جس نے تجھے اپنی مدد کے ساتھ اور مومنوں کے ساتھ قوت بخشی۔ اور ان کے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی، اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتا ان کے دلوں کے درمیان الفت نہ ڈالتا اور لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی۔ بے شک وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے)

اور اللہ تعالی نے اپنے اس قول میں ان کی صفات بیان فرمائی کہ:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۗىِٕمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾

(المائدۃ:54)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسی قوم لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے جسے چاہے دیتا ہے۔ اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے)

اور فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ٻوَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۾ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَــظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾(الفتح:29)

(محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، آپ انہیں اس حال میں دیکھیں گے کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں پر سجدے کے آثار ہیں۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے۔ اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کاروں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ

دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے)

اور نبی اکرم ﷺ نے بھی ان کی صفات یوں بیان فرمائیں:

"مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى"[2]

(مومنوں کی باہمی محبت ومودت، رحمدلی وہمدردی کی مثال تو ایسی ہے جیسے ایک جسم ہو اگر اس میں سے کسی بھی عضوء کو کوئی تکلیف پہنچے تو اس کی وجہ سے سارا جسم ہی بخار وشب بیداری میں مبتلا رہتا ہے)۔

یا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ"[3]

(ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے کہ اس کی اینٹیں آپس میں ایک دوسرے کو مضبوط کرتی ہیں، اور یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی

[2] رواه الإمام البخاري في صحيحة 80/7 من حديث أبي بردة بريد بن أبي بردة عن أبيه عن جده أبو بردة عن أبيه أبي موسى, ورواه الإمام مسلم رقم الحديث 2586 من حديث النعمان بن بشير.

[3] البخاري الصلاة 468, مسلم في صحيحه البر والصلة والآداب رقم الحديث 2585 من حديث ثوبان, الترمذي البر والصلة 1928. النسائى الزكاة 2560.

انگلیوں میں آپس میں ڈال دیا)۔

اس امت کے سلف یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام اور فضیلت والے قرون میں سب اپنے پورے امور حیات میں اس منہج ربانی پر عمل پیرا تھے۔اسی لیے جب فتنہ واقع ہوااور جو کچھ ہونا تھا باہمی قتال وغیرہ وہ ہوا لیکن پھر بھی ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو کافر قرار نہیں دیتا تھا، نہ ہی ایک دوسرے کو فاسق قرار دیتے تھے اور نہ ہی ایک دوسرے کو بدعتی گردانتے تھے۔ بلکہ ان لڑائیوں اور باہمی مشاجرات کے باوجودان کے مابین اخوت برقرار تھی۔ ایک دوسرے پر تکفیر (کافر قرار دینا)، تفسیق (فاسق وفاجر قرار دینا) اور تبدیع (بدعتی قرار دینا) کی تہمت نہیں لگایا کرتے تھے اور نہ ایک دوسرے کو گالم گلوچ کیا کرتے تھے۔ کوئی بھی دوسرے کے عقیدے اور اس کے دین پر کلام نہیں کرتا تھا بلکہ ان کے مابین بھائی چارگی اور محبت قائم تھی۔ اور جب اہل سنت والجماعت کے مخالف فرقوں کے اصول (بنیادی فرقے) ظہور پذیر ہوئے جیسے خوارج، رافضہ، قدریہ اور مرجئہ تو ان سب نے ان فرقوں کی مخالفت کی اور اس منہج کو ہرگز نہ چھوڑا، بلکہ اس کے باوجود وہ جماعت واحدہ رہے، جیسا کہ ان کی صفت نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی:

”لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ، ظَاهِرِينَ لا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ، وَلَا مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ، وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ“[4]

---

[4]مسلم الإمارة 1920, الترمذي الفتن 2229, أبو داود الفتن والملاحم 4252, إبن ماجه الفتن 3952, أحمد 279/5-

(میری امت کا ایک چھوٹا سا گروہ حق کے ساتھ غالب رہے گا، ان کی مخالفت کرنے والا یا انہیں چھوڑنے والا انہیں کوئی نقصان نہیں دے سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا امر (قیامت) آجائے اور وہ اسی (حق) پر قائم رہیں گے)۔

یہ لوگ آپ ﷺ کے اس فرمان پر عمل پیرا رہتے کہ جب آپ ﷺ نے اس امت میں واقع ہونے والے تفرقے کی خبر دی کہ یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی وہ سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے، تو انہوں نے اس ایک نجات یافتہ فرقۂ ناجیہ کے بارے میں پوچھا اور اس کے جواب پر عمل پیرا رہے، پوچھا:

"مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"[5]

(جس چیز پر میں ہوں اور میرے صحابہ)۔

پس وہ اس چیز کو مضبوطی سے تھامے رہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور اب بھی یہ لوگ اسی پر قائم ہیں الحمدللہ۔

اہل سنت والجماعت کی علامات

اہل سنت والجماعت کی علامت ہے کہ وہ ایک ہاتھ کی مانند ہوتے ہیں، کیونکہ وہ سب آپس میں بھائی ہوتے ہیں، ایک دوسرے کو کافر قرار نہیں دیتے اور نہ ہی ایک دوسرے کو فاسق یا بدعتی قرار دیتے ہیں، کیونکہ یہ امور تو گمراہ فرقوں کی علامت ہوا کرتے ہیں۔

---

[5] رواه الترمذي في سننه برقم 2641 من حديث عبدالله بن عمرو.

اہل سنت کی علامت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی اس وصیت پر عمل پیرا رہتے ہیں:

”مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ“[6]

((میرے بعد) تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا۔ تمہیں چاہیے کہ تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور اسے اپنے جبڑوں کے ساتھ مضبوطی سے تھام لو، اور تم دین میں نئے نئے کاموں سے بچو)۔

لہذا وہ اسی منہج ربانی پر رہے اور سنت رسول، سنت خلفائے راشدین و منہج سلف صالحین سے تمسک اختیار کیے رہے اور اب تک کیے ہوئے ہیں الحمدللہ، اگرچہ وہ تعداد میں قلیل ہیں لیکن انہی میں برکت اور خیر ہے۔

اور وہ مہاجرین وانصار کے منہج کی بطور احسن اتباع کرتے ہیں اور اسے مضبوطی سے تھامے رہتے ہیں۔ اللہ تعالی کے اس فرمان پر عمل پیرا رہتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا

---

[6] رواه الإمام أحمد 126/4, وأبو داود في سننه برقم 4607, والترمذي في سننه برقم 2676, وإبن ماجه في سننه برقم 44,42, والدارمي المقدمة برقم 95, والحاكم في مستدركه 97/1 كلهم من حديث العرباض بن سارية.

بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

(الحشر:10)

(اور جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنہوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! بے شک تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے)

اہل سنت والجماعت کے مذہب کے اصول میں سے چند باتیں

مذہب اہل سنت والجماعت کے اصول میں سے یہ ہے کہ:

اپنے دلوں اور زبانوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعلق سے پاک صاف رکھنا ساتھ ہی اپنے مسلمانوں بھائیوں کے تعلق سے بھی خواہ وہ کسی بھی زمانے یا جگہ کے ہوں اپنے دلوں اور زبانوں کو پاک صاف رکھنا۔ اور یہ ہمیشہ یہی دعاء کرتے رہتے ہیں کہ:

﴿وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾(الحشر:10)

(اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! بے شک تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل پیرا رہتے ہیں:

”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ“[7]

(تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک اپنے (مسلم) بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند کرے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے)۔

اور یہ صفت اہل سنت والجماعت (فرقہ ناجیہ) کی ہے کہ وہ اس منہج پر چلتے ہیں کہ ایک دوسرے سے ولاء (دوستی ومحبت) کرتے ہیں، باہمی جڑ کر رہتے ہیں، ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں، ایک دوسرے کی عزت وتوقیر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک جسد واحد اور ایک عمارت کی مانند ایک امت ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کی خاطر غیرت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔ اور یہ امور اہل سنت والجماعت کی امتیازی پہچان ہے۔

گمراہ فرقوں کے ظہور کا اثر

جب اہل سنت والجماعت کے مخالف فرقوں کا ظہور ہوا تو اس کے نتیجے میں قبیح قسم کی پیچیدگیاں اور بری باتیں پھوڑ پڑی۔ جو بہت سے لوگوں پر اثر انداز ہوئی پس وہ اس سے متاثر ہوگئے اور ورثہ در ورثہ اسے آگے منتقل کرتے گئے۔ چناچہ وہ اسے ہر وقت نشر کرتے رہے اور ابھارتے رہے جب بھی انہیں اس کا موقع ملا۔ یہ سب شیاطین الانس والجن کے اکسانے پر کرتے۔ اور یہ ایک عظیم خطرہ ہے کیونکہ یہ امت کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔

---

[7] رواه البخاري الإيمان 13, مسلم الإيمان 45, الترمذي صفة القيامة والرقائق والورع 2515, النسائي الإيمان وشرائعه 5016, إبن ماجه المقدمة 66, الدارمي الرقائق 2740 من حديث أنس بن مالك.

ان گمراہ فرقوں کی قبیح قسم کی پیچیدگیوں اور بری باتوں میں جو ان کے سبب سے پھوٹی ہیں وہ تبدیع، تفسیق اور تکفیر کے مظاہر ہیں جسے ان کے متبعین میں سے جو ان کے ورثاء ہیں پھیلاتے ہیں بلکہ یہی تو ان کے منہج کی اصل ہے۔

اور اہل سنت کی علامت ہے کہ وہ ان امراض سے سلامتی میں ہوتے ہیں۔اور ان کے مخالفین کی علامت ہے کہ وہ ان خبیث وبائی امراض سے متصف ہوتے ہیں جو کہ تبدیع، تفسیق و تکفیر ہیں۔ وہ اسی میں مشغول رہتے ہیں خواہ کتنے ہی زمانے بیت جائیں اور کتنے ہی انواع واقسام کے اسالیب اپنا لیے جائیں۔ بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو ان آفات، وباؤں اور گمراہ فرقوں کے منہج کو پھیلانے اور ابھارنے میں مصروف عمل ہیں۔ کیونکہ اہل سنت والجماعت کا منہج تو یہ ہے: ان مذموم امور سے دور رہا جائے، اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا جائے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے تمسک اختیار کیا جائے اور اپنے دلوں اور زبانوں کو اس امت کے سلف اور اپنے مسلمان بھائیوں کے تعلق سے پاک وصاف رکھا جائے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فرماتا ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (التوبۃ: 71)

(اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ایک دوسرے کے ساتھی و مددگار ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے

رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے)

اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سے سب سے عظیم کسی کی ناحق تبدیع، تفسیق اور تکفیر سے لوگوں کو روکنا ہے۔ یہ لوگ اس سے دوسروں کو روکتے ہیں اور خبردار کرتے ہیں۔ اور ان کا اہم ترین کام جس میں وہ ہر آن مشغول رہتے ہیں وہ عمل صالح ہے اس کا حکم دیتے ہیں اور خود اسے کرتے ہیں اور اس بارے میں فقہ وفہم حاصل کرتے ہیں۔ یہ ہے ان کا اصل عمل: ﴿وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ اپنے کو نفع پہنچاتے ہیں اور دوسروں کو بھی نفع پہنچاتے ہیں: ﴿وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ اور اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی سب سے بڑی اطاعت تو یہ ہے کہ یہ لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر جمع ہو جانے، اور اللہ تعالی کے لیے باہمی الفت وبھائی چارگی کی دعوت دیتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالی ہی نے مومنین کو آپس میں بھائی بھائی بتلایا ہے، جیسا کہ فرمان الہی ہے:

﴿فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا﴾ (آل عمران: 103)

(پس تم اس (اللہ) کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے)

اور فرمایا:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (الحجرات: 10)

(مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں)

لہذا ان کے نزدیک ایمانی اخوت نسبی اخوت سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔ وہ اس اخوت کی حفاظت کرتے ہیں اور یہی اہل ایمان کا منہج ہوا کرتا ہے۔

جبکہ اہل نفاق جن میں سے یہ گمراہ فرقے بھی ہیں تو ان کی صفت جیسا کہ فرمان الہی ہے یہ ہوتی ہے کہ:

﴿اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

(التوبۃ: 67)

(منافق مرد اور منافق عورتیں ایک ہی جیسے ہیں، وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے) بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے بھی انہیں فراموش کر دیا۔ یقیناً منافق لوگ ہی فاسق ہیں)

پس ان کی صفات مومنین کی صفات کے بالکل برعکس ہوا کرتی ہے۔

تبدیع، تفسیق اور تکفیر کے مظاہر

فی زمانہ اس فتنے کا ظہور خصوصاً نوجوانوں کے اندر ہوا ہے اور بعض ایسے مسلمانوں میں بھی جو اسلام کی حقیقت سے جاہل ہیں۔ اس طرح کے ان کے یہاں حد سے متجاوز غیرت یا بے محل جذبات پائے جاتے ہیں تو ان کے یہاں یہ تکفیر، تفسیق اور تبدیع کے مظاہر نے جنم لیا ہے۔ لہذا تمام امور میں ان کا مشغلۂ حیات ہی یہ مذموم صفات بن کر رہ گئیں کہ وہ عیوب کی ٹوہ میں

رہتے ہیں اور تلاش کر کر کے انہیں نشر کرتے ہیں یہاں تک کہ سب میں مشہور ہو جائے۔ یہ فتنے اور شر کی علامتوں میں سے ہے، اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ اور نوجوان اسلام کو صحیح راہ کی جانب رہنمائی فرمائے، اور انہیں منہج سلف صالحین پر عمل اور اس پر گامزن رہنے کی توفیق عنایت فرمائے، اور انہیں داعیان سوء سے بچائے رکھے۔

فسق کا معنی اور کوئی مسلمان کب فاسق ہوتا ہے

فسق کا معنی ہے اللہ تعالی کی اطاعت سے خارج ہو جانا یعنی نکل جانا۔ اور اس کی دو اقسام ہیں: ایک فسق وہ جو کفر ہوتا ہے اور ایک فسق وہ جو کفر سے کم تر ہوتا ہے۔ جو کفر سے کم تر فسق ہوتا ہے وہ انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا لیکن اس کے ایمان میں کمی کا سبب بنتا ہے، لہذا اس میں نکلنے کی ایک قسم تو ہے لیکن یہ اپنے مرتکب کو مکمل طور پر اسلام سے خارج نہیں کر دیتا۔ اسے فاجر نہیں بنا دیا بلکہ وہ فاسق ہی رہتا ہے۔ پس وہ فاسق مسلمان ہوتا ہے اگر کبیرہ گناہوں میں سے کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا تھا جیسے زنا، شراب نوشی، چوری، سود خوری اور اس جیسے دوسرے کبیرہ گناہ بشرطیکہ وہ انہیں حلال نہ جانتا ہو۔ محض اپنی خواہش نفس اور شہوت کی وجہ سے اس نے یہ کیا ہو تو وہ فاسق شمار ہو گا۔

اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے: مومن ہے ناقص الایمان، یا پھر اپنے ایمان کی وجہ سے مومن ہے اور اپنے کبیرہ گناہ کی وجہ سے فاسق ہے، لیکن وہ مومنوں اور اہل توحید میں سے ہے۔ اگر اس میں ملت اسلامیہ سے خارج کر دینے والے شرک کے خصائل

میں سے کوئی خصلت نہیں پائی جاتی تو اس کے لیے ایمان اور اسلام کا نام باقی رہے گا۔ لہذا وہ مسلمان ہے لیکن ناقص الایمان ہے۔ اسی کو فسق یا فاسق کہا جاتا ہے۔ اگر اس نے کسی ایسے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا جب پر حد نافذ ہوتی ہے تو اس پر حد قائم کی جائے گی۔ لیکن اس کے باوجود اسے مومنوں میں سے شمار کیا جائے گا، اور اس سے مومنوں والا معاملہ روا رکھا جائے گا۔ کیونکہ اگر وہ مومنوں میں سے نہ ہوتا تو اس پر حد قائم کرنا کافی نہ ہوتا بلکہ لازم ہوتا کہ اسے قتل ہی کیا جائے کیونکہ مرتد شخص کے لیے لازمی ہے کہ اسے قتل کیا جائے جیسا کا حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

”مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ“[8]

(جو کوئی اپنا دین (اسلام) بدل دے (مرتد ہو جائے) تو اسے قتل کر دو)۔

چنانچہ اس عاصی (گنہگار) پر حد کا نافذ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اہل ایمان میں سے ہے اور اس سے مومنوں والا معاملہ ہی کیا جائے۔ اور جس قدر اس کے پاس ایمان ہے اس قدر اس سے محبت کی جائے اور جس قدر اس کے پس معصیت ہے اس قدر اس سے بغض رکھا جائے۔ کیونکہ وہ دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہوا ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔

مرتکبِ کبیرہ گناہ کے متعلق خوارج کا مذہب

البتہ خوارج اور معتزلہ کا مذہب اہل سنت والجماعت کے مذہب کے بالکل برعکس ہے۔ پس

---

[8] البخاري الجهاد والسير 2854, الترمذي الحدود 1458, النسائی تحريم الدم 4060, أبو داود الحدود 4351, إبن ماجه الحدود 2535 من حديث إبن عباس وللحديث قصة.

خوارج مرتکب کبیرہ گناہ پر یہ حکم لگاتے ہیں کہ وہ ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔اگر وہ بنا توبہ کیے مر گیا تو وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں رہے گا ان کے مذہب کے مطابق۔

جبکہ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ وہ اسلام تو نکل جائے گا لیکن کفر میں داخل نہیں ہو گا ان کے نزدیک وہ منزلۃ بین المنزلتین (ایمان وکفر کی درمیانی منزل) میں ہو گا۔ تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی مومن۔ اور اگر وہ بنا توبہ کیے مر جائے گا تو ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں رہے گا جیسا کہ خوارج کہتے ہیں۔

کبیرہ گناہ کے مرتکب کے تعلق سے اہل سنت والجماعت کا مذہب

اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ جو مومن کبیرہ گناہوں میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہوا تو اسے کامل ایمان والا مومن تو نہیں کہا جائے گا بلکہ وہ ناقص الایمان ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ اس کے باوجود وہ کامل ایمان والا ہے تو ایسے لوگ مرجئہ کہلاتے ہیں،ان کا یہ کہنا ہے کہ :ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت نقصان نہیں پہنچاتی جیسے کفر کے ہوتے ہوئے کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی۔ اس طرح یہ خوارج ومعتزلہ کے بالکل برعکس ہیں کہ جو کہتے ہیں کہ وہ ایمان سے ہی خارج ہو جاتا ہے۔ لہذا اس طرح سے یہ دونوں دو مختلف انتہاؤں پر گامزن ہیں۔

جبکہ اس باب میں اہل سنت کا مذہب وسط واعتدال پر مبنی ہے۔ لہذا وہ یہ نہیں کہتے کہ کامل ایمان والا ہے جیسا کہ مرجئہ کہتے ہیں اور نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ وہ کافر ہو گیا جیسا کہ خوارج کہتے ہیں،اور نہ ہی منزلۃ بین المنزلتین جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ: وہ مومن ہے ناقص الایمان، اپنے ایمان کی وجہ سے مومن ہے اور اپنے کبیرہ گناہ کی وجہ سے فاسق ہے، ایک

طور سے اس سے محبت کی جائے گی اور ایک طور سے اس سے بغض رکھا جائے گا۔ اور اگر وہ بنا توبہ کیے مر بھی گیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالی کے سپرد ہے، اس کے مشیئت کے ماتحت ہے۔ اگر چاہے گا تو بخش دے گا اور اگر چاہے گا تو عذاب دے گا۔ پھر آخر کار اسے جہنم سے نکال دیا جائے گا، جیسا کہ فرمان الہی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾(النساء:48)

(بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک کیا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس سے کم تر (گناہ) ہیں جس کے لیے چاہے)

یا جیسا کہ حدیث میں ہے:

"انْطَلِقْ، فَأَخْرِجْ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَدْنَى مِثْقَالِ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ"[9]

(جائیں اور جہنم میں سے اسے بھی نکال لیں کہ جس کے دل میں ادنی رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو)۔

پس اہل سنت والجماعت کا مذہب کتاب وسنت کے دلائل پر مبنی ہے جو کہ اعتدال ووسط پر مبنی ہے۔ کیونکہ یہ گمراہ فرقوں کے مابین وسط (میانہ رو اور درمیانی) راہ ہے بالکل اسی طرح جس

[9] البخاري التوحيد 7072, الترمذي صفة جهنم 2593, أحمد 116/3 من حديث أنس بن مالك وهو جزء من الشفاعة الطويل.

طرح خود اسلام کا فرامتوں کے مابین وسط پر مبنی دین ہے۔فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾(البقرۃ:143)

(اور اسی طرح ہم نے تمہیں امتِ وسط (معتدل امت) بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنیں)

اس بات کے دلائل کہ فاسق شخص ایمان سے خارج نہیں ہوتا

ان دلائل میں سے کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ فاسق دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا یہ ہے کہ اللہ تعالی نے دو مسلمان گروہوں کے درمیان کہ جو آپس میں لڑتے ہوں صلاح کرا دینے کا حکم دیا، فرمان الہی ہے:

﴿وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾

(اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرادو)

یہاں پر اللہ تعالی نے دونوں گروہوں کو مومنین میں شمار کیا حالانکہ وہ باہم قتل وقتال کر رہے ہیں:

﴿فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

الْمُقْسِطِيْنَ﴾(الحجرات:9)

(تو دونوں کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)

پھر فرمایا:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾(الحجرات:10)

(مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو)

یہاں پر اللہ تعالی نے قتال کرنے والوں کو مومنین کا بھائی قرار دیا۔ لہذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شرک سے کم تر جو بھی کبیرہ گناہ ہیں وہ انسان کو دائرہ ایمان سے خارج نہیں کرتے۔

اسی میں سے اللہ تعالی کا یہ فرمان بھی ہے کہ جب اللہ تعالی نے مقتول کے اولیاء کو قاتل سے قصاص لینے کا حق دیا تو فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرۃ:178)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر قتل کے بدلے قصاص لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد (قاتل)

کے بدلے وہی آزاد (قاتل) اور غلام (قاتل) کے بدلے وہی غلام (قاتل) اور (قاتلہ) عورت کے بدلے وہی (قاتلہ) عورت (قتل) ہوگی، پھر جسے اس کے بھائی (مقتول کے ورثاء) کی طرف سے کچھ بھی معاف کردیا جائے تو بھلائی کی اتباع کرنی چاہیے)

یہاں ﴿عُفِيَ لَهٗ﴾ (جسے معاف کیا جائے) یعنی قاتل ﴿مِنْ اَخِيْهِ﴾ (اپنے بھائی کی طرف سے) یعنی مقتول۔ پس مقتول کو قاتل کا بھائی قرار دیا گیا حالانکہ قتل تو کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ اس کے باوجود ان دونوں کو آپس میں بھائی قرار دیا۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ شرک سے کم تر جتنے کبائر ہیں وہ انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتے۔

تبدیع کے مظاہر

بدعت کی تعریف اہل سنت والجماعت یوں کرتے ہیں کہ: دین میں ایسی بات ایجاد کرنا جو اس میں سے نہیں۔ پس جو کوئی ایسی عبادت کرے جس سے وہ اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے حالانکہ وہ اللہ کے دین میں سے نہیں اس کے پاس کتاب یا سنت میں سے اس پر کوئی دلیل نہیں تو یہ بدعت ہے۔ اس کی دلیل یہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ"[10]

(جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس کا ہم نے حکم نہ دیا ہو تو وہ مردود ہے)۔

---

[10] البخاري الصلح (2550)، مسلم الأقضية (1718)، أبو داود السنة (4606)، ابن ماجه المقدمة (14)، أحمد (256/6)۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ“[11]

(جس کسی نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں نہ تھی، تو وہ مردود ہے)۔

کیونکہ مسلمانوں پر تو یہ واجب ہے کہ انہی عبادات پر اقتصار کریں جو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے ان کے لیے مشروع قرار دی ہیں۔ جو چیز اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے مشروع قرار نہیں دیں ان کا اضافہ نہ کریں۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (البقرة:112)

(کیوں نہیں، جس نے بھی اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو اس کے لیے اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگیں ہوں گے)

﴿اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ﴾ یعنی وہ خالص توحید کے ساتھ آیا اور ﴿وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ وہ محسن ہے یعنی رسول ﷺ کا متبع ہے اس چیز پر عمل کرتا ہے جو آپ ﷺ لے کر آئے۔ اس پر کوئی اضافہ نہیں کرتا۔ اور جو کوئی عبادت میں کسی ایسی چیز کا اضافہ کرے جسے رسول اللہ ﷺ نے مشروع

---

[11] البخاري الصلح (2550)، مسلم الأقضية (1718)، أبو داود السنة (4606)، ابن ماجه المقدمة (14)، أحمد (270/6).

قرار نہیں دیا تو ایسا شخص بدعتی ہے نا کہ محسن۔ کیونکہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینے کی تفسیر یہی ہے کہ: ”طاعته فيما أمر، وتصديقه فيما أخبر، واجتناب ما نهى عنه وزجر، وأن لا يعبد الله إلا بما شرع“ (جس چیز کا آپ ﷺ حکم دیں اس کی اطاعت کرنا، جس چیز کی خبر دیں اس کی تصدیق کرنا، اور جس چیز سے روکیں اور ڈرائیں اس سے اجتناب کرنا، اور اللہ تعالی کی عبادت نہ کرنا مگر صرف آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق)۔ تو یہ اصل تقاضہ ہے محمد رسول اللہ کی شہادت (گواہی) دینے کا۔

یا جیسا کہ اللہ تعالی نے حکم دیا:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: 7)

(اور جو رسول تمہیں دے دیں اسے لے لو، اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ)

اور فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (الحجرات: 1)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے)

لہذا بدعتی وہ شخص ہوا کہ جو اللہ کے دین میں ایسی بات ایجاد کرے جو اس میں سے نہیں اس طرح کہ ایسا دین لے کر آئے جس پر قرآن یا سنت میں سے کوئی دلیل نہ ہو۔ لیکن ہر وہ شخص

کہ جس سے مخالفت سرزد ہو یا اجتہاد میں غلطی ہو جائے وہ بدعتی نہیں۔ کیونکہ مجتہد اگر صواب کو پالیتا ہے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے اور اگر غلطی بھی کر جاتا ہے تو اس کو ایک اجر اپنے اجتہاد کرنے کا بہرحال ملے گا۔

مجتہدین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اجتہاد کرنے کے اہل ہیں اور ان میں اجتہاد کی معروف شرائط پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح سے اگر کوئی غلطی کرنے والا اپنے کسی تاویل کی وجہ سے غلطی کر جاتا ہے، تو تاویل بھی ایک قسم کا شبہہ ہے جو اس پر بدعتی کا حکم لگنے سے روکتا ہے۔ کیونکہ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی یہ تاویل قابل قبول ہے یا پھر وہ کسی ایسے کی تقلید کر رہا ہے کہ جس کے بارے میں اسے گمان ہے کہ وہ حق پر ہے تو ایسے شخص کے حق میں کہا جائے گا: اس نے غلطی کی یا مخالفت کی، یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ بدعتی ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجتہاد فرمایا کرتے تھے اور بعض مسائل میں آپس میں اختلاف بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو بدعتی قرار نہیں دیتا تھا، نہ ایک دوسرے سے ہجر (بائیکاٹ) کرتے تھے، بلکہ آپس میں بھائی بھائی بن کر رہتے، محبت کرنے والے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ ایک امت تھے حالانکہ بعض امور اور اجتہادات میں انہوں نے اختلاف کیا ایسے امور میں جن میں اجتہاد کرنے کی خود شریعت نے رخصت دی ہے۔

علماء کی قدر و منزلت کی معرفت

علماء کرام کی اپنی قدر و منزلت ہے۔ اسی لیے یہ تبدیع (بدعتی قرار دینے) کے مظاہر ان لوگوں

کی طرف سے آتے ہیں جو جاہل ہیں، یا طلب علم میں ابھی ابتدائی مرحلے میں ہیں، کیونکہ وہ تاویل کرنے والے یا مقلد کو بھی بدعتی شمار کرتے ہیں بلکہ اپنے اس قول کو خوب ظاہر بھی کرتے ہیں۔ پس ان میں سے بعض بعض کو بدعتی قرار دیتے ہیں سو اس سے نفرت کرتے ہیں، قطع تعلقی (بائیکاٹ) کرتے ہیں اور پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔ اور یہ معاملہ اپنے درمیان تک ہی محدود نہیں رکھتے بلکہ اس کا دائرہ وسیع کرکے گزرے ہوئے علماء تک پر چڑھائی کردیتے ہیں پس ان میں سے بعض جاہلوں کو آپ پائیں گے کہ وہ کہتے ہیں امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بدعتی تھے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ بدعتی تھے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بدعتی تھے اور ان کے علاوہ بھی کبار آئمہ کے تعلق سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ اس لیے صحیح نہیں کیونکہ انہوں نے جو اجتہادی غلطی کی اس سے لازم نہیں آتا کہ ہم ان کی تبدیع کریں۔ ایک تو وہ جزئی غلطیاں تھیں دوسرا ان علماء کی اسلام میں بڑی فضیلت، امامت اور منزلت ہے۔

انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے لیے بے شمار نفع بخش چیزیں پیش کیں۔ پس ان کی مؤلفات اور کتب سے مسلمان کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فہم کے سلسلے میں بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ ان میں سے بعض کے کلام میں کچھ غلطی بھی تھی تو جو اسلام میں ان کی منزلت، فضیلت اور علم ہے اور جو سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت انہوں نے کی ہے یہ چھوٹی سی جزئی غلطیاں ان میں چھپ جاتی ہیں۔ پس واجب ہے کہ ہم اپنے علماء کرام کی قدر جانیں چاہے سلف میں سے ہوں یا خلف میں سے اور ان پر رحم کریں، اور ان کے لیے سدا دعاء گو رہیں جیسا کہ فرمان الہی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾(الحشر:10)

(اور جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنہوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی)

پس یہ صفات ہیں اہل ایمان کی کیونکہ وہ عیوب اور لغزشیں تلاش کرنے نہیں بیٹھ جاتے جبکہ ان کے علاوہ جو ہیں ان کا تو کام ہی بیٹھ کر عیوب اور لغزشیں تلاش کرکے انہیں نشر کرنا ہے، اور یہ خود ایک بدعت ہے۔

بدعت کی انواع

تمام بدعات ایک ہی درجے کی نہیں ہوتیں۔ پس ایک بدعت مکفرہ ہوتی ہے اور ایک اس سے کم تر ہوتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں تمام امور کو صحیح ترازو میں تولنا چاہیے اور اس بارے میں اہل علم کی جانب رجوع کرنا چاہیے۔ کیونکہ انہوں نے بدعت کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے:

بدعت مکفرہ جیسا کہ جہمیہ کے اقوال یا فرقوں میں سے جو غلاۃ (غلو کرنے والے) ہیں ان کے اقوال۔ اور وہ تمام اقوال جن سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

بدعت غیر مکفر جو کفریہ بدعت سے کم تر ہو تو اس کا مرتکب مسلمانوں میں سے شمار ہوگا لیکن اس کے یہاں بدعت میں سے کچھ پایا جاتا ہے۔ ہم لوگوں کے حق میں قطعاً ظلم و زیادتی نہیں

کریں گے:

﴿وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا﴾ (الانعام:152)

(اور جب تم بات کرو تو عدل وانصاف سے کرو)

تکفیر

ان مظاہر میں سے تکفیر بھی ہے۔ کفر کی دو انواع ہیں:

ایک: کفرِ اصلی یعنی وہ کفر جو اصلاً ہی کسی شخص کو اسلام میں داخل نہیں کرتا جیسا کہ مشرکین یا معطلہ (اللہ تعالی کے اسماء وصفات کا سرے سے انکار کرنے والے) لوگ، مختلف اقسام کے کفار بت پرست یا ملحدین، یہ اصل کفار ہیں۔

دوم: کفرِ ردہ یعنی دین اسلام سے مرتد ہونے والا کفر۔ یہ وہ کفر ہے کہ جس کا مرتکب پہلے مسلمان تھا پھر وہ نواقض اسلام میں سے کسی ناقض کا مرتکب ہوا، سو وہ دین سے نکل کر مرتد ہوگیا، تو ایسا شخص کفر ردہ والا کافر ہے۔

اور نواقض اسلام اہل علم کے یہاں معروف اور محدود ہیں۔ جس کسی نے اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک کیا، یا غیر اللہ کو پکارا یا اس سے فریاد کی، یا غیر اللہ کے لیے ذبح کیا تو وہ دین اسلام سے مرتد تصور ہوگا۔ کیونکہ اس نے شرک اکبر کا ارتکاب کیا اگرچہ زبان سے وہ شہادتین کا اقرار کرتا ہے۔ اسی طرح سے نواقض اسلام میں سے یہ بھی ہے کہ جو اللہ تعالی اور اس کے

رسول ﷺ کو گالی دے یا کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ میں سے کسی چیز کا مذاق اڑائے، جو کوئی اللہ تعالی یا اس کی کتاب یا اس کے رسول ﷺ یا آپ کی سنت کا مذاق اڑاتا ہے تو اپنی اس حرکت کی وجہ سے وہ کافر ہو جاتا ہے خواہ اس نے ایسا سنجیدگی میں کیا ہو یا مذاق میں، کیونکہ فرمان الہی ہے:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ، لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾(التوبۃ: 65-66)

(اور بلاشبہ اگر آپ ان سے پوچھیں تو ضرور یہ ہی کہیں گے ہم تو صرف شغل کی بات کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہہ دیں کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بے شک تم اپنے ایمان کے بعد کفر کر چکے)

(جن کے متعلق آیت ہے) آخر انہوں نے ایسی کونسی بات کہہ دی تھی؟ کہا تھا:

"مَا رَأَيْنَا مِثْلَ قُرَّائِنَا هَؤُلاءِ أَكْذَبَ ألسنًا، وَأَرْغَبَ بُطُونًا، وَأَجْبَنَ عِنْدَ اللِّقَاءِ"[12]

(ہم نے اپنے ان قاریوں سے بڑھ کر کسی کو جھوٹی زبان والا، پیٹو اور مڈ بھیڑ کے وقت بزدل نہیں دیکھا)۔

[12] انظر: جامع البيان في تفسير القرآن لإبن جرير الطبري 120,119/10 و تفسير القرآن العظيم لإبن كثير 352,351/2 و أسباب النزول للواحدي ص 188,187.

جس سے ان کی مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ اس پر اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ان کی تکفیر نازل فرمائی جو تا قیامت پڑھی جاتی رہے گی تاکہ مسلمان اس قسم کی باتوں میں واقع ہونے سے خبردار رہیں۔ اسی طرح سے جادو کرنا سیکھنا یا سکھانا اللہ تعالی کے ساتھ کفر کرنا ہے۔ کہانت کے طریقے سے علم غیب کا دعوی کرنا، یا سحر (جادو) یا علم نجوم، یا عرافہ وغیرہ کے ذریعے علم غیب کا دعوی سب ملت اسلامیہ سے خارج کردینے والا کفر ہے۔ اس قسم کے شخص پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

اسی طرح سے اگر وہ ایسی چیز کو جس کے حلال ہونے پر اجماع ہے حرام قرار دے یا جس کے حرام ہونے پر اجماع ہے اسے حلال قرار دے تو ایسا کرنے سے وہ کافر ہوجائے گا۔ یا دین کی کسی ایسی بات کا انکار کردے جو لازمی طور پر ہر ایک کو معلوم ہوتی ہے۔ جیسے کوئی نماز کی فرضیت کا انکار کرے یا زکوۃ کی فرضیت کا، یا روزے اور حج کی فرضیت کا تو اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ البتہ جو کوئی نواقض اسلام میں سے کسی ناقض کا مرتکب نہیں ہوا تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اگرچہ جو اس نے کیا وہ کبیرہ گناہوں میں سے ہی کیوں نہ ہو پھر بھی اس پر صرف فسق کا حکم لگے گا۔ اور اگر اس نے اس کا ارتکاب کسی غلطی، یا معصیت، یا مخالفت کی وجہ سے کیا ہو تو اس پر خطاء کار (غلطی کرنے والا) یا مخالف یا اس قسم کی صفات کے ساتھ حکم لگایا جائے گا جو ان کے مناسب حال ہو۔ یہی انصاف کا تقاضہ ہے کہ ہم تمام امور کو صحیح شرعی ترازہ پر تولیں ہر وہ شخص جو کسی مخالفت یا گناہ کا مرتکب ہوا ہو اس پر کفر کا حکم نہیں لگائیں گے۔

مثلاً اگر کوئی سود کھاتا ہے تو اس پر ہم فاسق کا حکم لگائیں گے کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے الا

یہ کہ وہ اسے حلال جانے یعنی یوں کہے کہ ربا (سود) حلال ہے تو اس صورت میں ہم کہیں گے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے ایک ایسی چیز کو حلال جانا کہ جس کی حرمت پر اجماع ہے۔ لیکن اگر وہ اسے حلال جانے بغیر کھائے تو بایں صورت وہ فاسق ہوگا لیکن دین سے خارج نہ ہوگا۔ بلکہ اس سے وہی معاملہ کیا جائے جو مومنوں میں سے فاسق لوگوں سے کیا جاتا ہے۔

اور رہے وہ جاہل لوگ جو تکفیر کا بنا سوچے سمجھے اطلاق کرتے پھرتے ہیں۔ وہ جاہل کہ جو اپنے آپ کو علماء سمجھتے ہیں حالانکہ انہیں اللہ کے دین میں کوئی تفقہ حاصل نہیں، انہوں نے بس کتابیں پڑھ لیں اور لغزشوں کی ٹوہ میں رہے، فسق کے تعلق سے جو نام ہوتے ہیں انہیں سن لیا اور بلا علم کے اس کا اطلاق غیر مستحق لوگوں پر کرنے لگے۔ کیونکہ دین میں عدم فقہ کی وجہ سے وہ ان امور کو ان کی صحیح جگہ پر رکھنا نہیں جانتے ہیں، ان کی مثال تو اس جاہل شخص کی سی ہے کہ جسے ہتھیار تھما دیا جائے اور اسے خبر نہیں کہ اسے کیسے استعمال کیا جاتا ہے، تو ایسے شخص سے خدشہ ہے کہ کہیں وہ اپنے آپ کو ہی یا اپنے اہل واقارب کو ہی قتل نہ کر ڈالے، کیونکہ اسے اس آلے کا صحیح طور پر استعمال نہیں آتا۔

یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ لوگ جنہوں نے صرف ان تبدیع، تفسیق اور تکفیر کے ناموں کو جان لیا ہے حالانکہ وہ اسے صحیح طور پر سمجھتے ہی نہیں انہیں چاہیے کہ وہ کچھ کہنے سے پہلے اس کا علم حاصل کریں۔ اور اللہ تعالی سے ڈریں۔ کیونکہ بلا علم کلام کرنا خصوصاً اس قسم کے معاملات میں عظیم ترین شر ہے۔ اور اس لیے بھی کہ یہ اللہ تعالی کے ذمے بلا علم کے بات منسوب کرنا ہے جو کہ شرک سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ فرمان الہی ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (الاعراف:33)

(کہہ دیجئے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے)

اور فرمایا:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾(النحل:116)

(کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لو، سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے کامیابی سے محروم ہی رہتے ہیں)

اور:

﴿اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾(النحل:105)

(جھوٹ تو وہی لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے)

اور:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا

يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾(الصف: 7)

(اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، جب کہ اسے اسلام کی طرف بلایا جارہا ہو اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا)

اسی لیے مسلمان نوجوانوں اور طالبعلموں پر واجب ہے کہ وہ علم نافع کی اس کے مصادر اور اس کے معروف اہل سے تعلیم حاصل کریں۔ اس کے بعد وہ جان پائیں گے کہ بات کیسے کی جاتی ہے اور کیسے ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ قدیم ہوں یا موجودہ اہل سنت والجماعت اپنے زبانوں کی حفاظت کرتے ہیں کہ بلا علم وہ کچھ نہ کہیں۔

خلاصہ

بلاشبہ تفسیق، تبدیع اور تکفیر کے کلمات خطرناک کلمات ہیں، یہ بیکار نہیں چلے جاتے، اگر انسان انہیں زبان سے نکالتا ہے تو یہ ایسے کلمات ہیں جن کا اپنا ایک اثر ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا“[13]

(جب کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی کو اے کافر! کہتا ہے تو وہ ان میں سے ایک پر لوٹ آتا ہے)۔

اور فرمایا:

[13] البخاري الأدب 5752 من حديث أبي هريرة.

”وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ، وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ“[14]

(جس نے کسی مومن کو لعنت کی تو وہ اس کے قتل کے مترادف ہے، اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو وہ بھی اس کے قتل کے مترادف ہے)۔

اسی لیے اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو: اے فاسق، اے کافر، یا پھر اللہ کے دشمن کہتا ہے حالانکہ وہ ویسا نہیں ہوتا تو وہ اسی کہنے والے کی طرف لوٹ آتا ہے یعنی اس کلمے کا وبال اسی کے سر پڑتا ہے۔ کیونکہ جب ایک شخص نے یوں کہا تھا کہ اللہ کی قسم اللہ تعالی فلاں کو نہیں بخشے گا تو اس پر اللہ تعالی نے فرمایا:

”مَنْ ذَا الَّذِى يَتَأَلَّى عَلَيَّ أَنْ لَا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ، فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ، وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ“[15]

(کون ہے جو میرے بارے میں قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں آدمی کی مغفرت نہیں کروں گا۔ (وہ سن لے) میں نے فلاں کو معاف کر دیا اور میں نے تیرے اعمال ضائع کر دئے)۔ حالانکہ یہ محض ایک کلمہ ہی تو تھا۔

اور نبی کریم ﷺ نے یہ تک فرمایا:

”إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيهَا، يَزِلُّ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ

---

[14] البخاري الأدب 5700, مسلم الإيمان 110, أحمد 33/4 من حديث ثابت بن ضحاك.

[15] مسلم البر والصلة والآداب 2621 من حديث جندب.

الْمَشْرِقِ“(16)

(بعض اوقات بندہ کوئی ایک کلمہ ایسا کہہ جاتا ہے کہ اسے اس کی سنگینی کا احساس نہیں ہوتا مگر اس کی وجہ سے پھسل کر جہنم میں اتنی دور جا پڑتا ہے جتنی دوری مشرق (اور مغرب) کے درمیان ہے)۔

پس معلوم ہوا کہ کلمہ اگرچہ محض ایک کلمہ ہی کیوں نہ ہو وہ بہت زیادہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔

تو یہ لوگ جو سلف اور ان کے علاوہ جو علماء ہیں ان پر کلام کرتے ہیں تکفیر، تفسیق یا تبدیع کے ساتھ تو یہ علماء کو نقصان نہیں پہنچارہے بلکہ اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچارہے ہیں۔ کیونکہ علماء کی اپنی قدر، علم اور منزلت ہے۔ اور اللہ تعالی ان کے اعمال کو اور جو جلیل القدر اعمال انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے لیے پیش کیے ضائع نہیں فرمائے گا۔ چناچہ ان کے بارے میں ایسی باتوں میں پڑنے والوں پر ہی اس کا وبال لوٹ کر آئے گا۔

پس واجب ہے ہر اس شخص پر کہ جو علماء کرام خواہ وہ علماء فوت شدگان ہوں یا حیات کی عزت پر کلام کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالی سے ڈرے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کی اتباع کرنے سے خبردار فرمایا ہے اپنے اس فرمان کے ذریعے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ

---

16 البخاري الرقائق 6112, مسلم الزهد والرقائق 2988, الترمذي الزهد 2314, أحمد 334/2, مالك الجامع 1849 من حديث أبي هريرة.

فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ﴾(الحجرات:6)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچادو، پھر جو تم نے کیا اس نادم ہونا پڑے)

اور ﴿فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ کا معنی ہے یعنی ان کے کلام کی تحقیق کر لیا کرو پہلی ہی بار میں ان سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں، اور فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾(الحجرات:11)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا (مذاق اڑائیں)، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ ہی ایک دوسرے پر عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں کے ساتھ پکارو، ایمان کے بعد فاسق ہونا برا نام ہے اور جس نے توبہ نہ کی سو وہی لوگ ظالم ہیں)

اور فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾(الحجرات:12)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں اور نہ جاسوسی کرو اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردے بھائی کا گوشت کھائے، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے)

اللہ تعالی نے تمام مسلمانوں کے بارے میں بدظنی سے عمومی طور پر منع فرمایا ہے اور اگر یہ علماء کرام کے متعلق ہو تو پھر اس بارے میں کیا کہنا! اسی لیے علماء کرام کے بارے میں بدظنی رکھنا بڑا جرم ہے۔ کیونکہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اگر امت اپنے علماء پر ہی اعتماد نہ کرے گی تو پھر کس پر کرے گی؟!

اور فرمان الہی کہ ﴿وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾ یعنی مسلمانوں کی چھپی ہوئی باتوں یا رازوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہا کرو۔ ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾ یعنی مردار کا گوشت کھانا علماء کرام کی عزت پر کلام کرنے سے ہلکی بات ہے کیونکہ وہ امت کے سب سے بہترین لوگ ہیں۔

اور غیبت کے تعلق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ، قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ فِيهِ

مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ"[17]

(اپنے (مسلمان) بھائی کا ذکر اس بات کے ساتھ کرنا جو اسے ناگوار گزرے۔ کہا گیا: اگر اس کے بھائی میں واقعی وہ بات موجود ہو تو پھر اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: اگر واقعی اس میں وہ بات موجود ہے جو تم نے کہی یہی تو غیبت ہے، کیونکہ اگر اس میں وہ بات نہیں جو تم نے کہی پھر تو وہ بہتان ہوا)۔

لہذا یہ کلام کرنے والا دو حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں تو ضرور مبتلا ہے یا تو وہ غیبت کر رہا ہے تو مردار کھا رہا ہے یا پھر وہ بہتان تراش کذاب و جھوٹا ہے۔

نصیحت کا وجوب

یہاں سے یہ بات واضح ہوئی کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس قسم کے زبان دراز لوگوں کو نصیحت کریں اور شدت کے ساتھ ان پر انکار کریں، اور ان کے ہاتھوں کو پکڑ کر روک لیں شاید کہ یہ لوگ راہِ صواب کی جانب لوٹ آئیں۔ اور مسلمانوں کی ایک جماعت گناہ اور عقاب سے بچ جائے۔ پس انہیں نصیحت کریں۔ کیونکہ دین تو نام ہی نصیحت اور خیر خواہی چاہنے کا ہے۔ ان کا اس قسم کا کلام کرنا مسلمانوں کے حق میں خطرناک ترین شے ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے ان کی شان و شوکت جاتی ہے، جماعت کمزور پڑتی ہے، باہمی عداوت بڑھتی ہے، علماءِ مسلمین پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے، جبکہ امت اور اس کے علماء کے درمیان جو اعتماد کا رشتہ ہے اسے ضائع

[17] مسلم البر والصلة والآداب 2589, الترمذي البر والصلة 1934, أبو داود الأدب 4874, أحمد 458/2, الدارمي الرقائق 2714 من حديث أبي هريرة.

کرنا تو دشمنوں کا ہدف ہے تاکہ علم کی یہ عظیم دولت ضائع ہو کر رہ جائے۔

اسی لیے ان لوگوں پر یہ بات واجب ہے کہ جو علماء کرام کی لغزشوں کی ٹوہ میں رہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالی کے حضور توبہ کریں، اور ان طریقوں پر چلنے سے رک جائیں، کیونکہ یہ شیطان کے نقش قدم ہیں، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾(النور: 21)

(اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو)

پس ہم پر اور تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالی کے حضور توبہ کریں اور مسلمانوں کے مابین محبت کا پرچار کریں، اور ہر اس چیز کا ازالہ کریں جو ان کے مابین حسد، تفرقہ اور بغض و نفرت کا سبب بنتی ہو۔

اور میں اللہ تعالی سے اپنے، آپ کے اور تمام مسلمانوں کے لیے بخشش کی دعاء کرتا ہوں، اور اس سے دعاء ہے کہ وہ ہمیں اور آپ کو عمل صالح کی توفیق دے، اور ہمارے عمل کو اپنی رضا کے لیے خالص کر دے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

تعلیق از سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، وعلی آلہ واصحابہ ومن اھتدی بھداہ:

امابعد: یہ ایک عمدہ ونفیس کلام ہے جو کہ فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان نے پیش فرمایا۔ یہ ایک ایسے پر خطر موضوع پر ہے کہ جو خصوصی عنایت اور تنبیہ کا مستحق ہے۔ یہ بعض ان لوگوں سے متعلق ہے کہ جو علماء کرام کی عزتوں پر اپنے کلام سے حملہ کرتے ہیں ایسی غلطی کی وجہ سے جس سے کوئی بھی سلامت نہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ“[18]

(ہر بنی آدم خطاء کار ہے، اور بہترین خطاء کار وہ ہیں جو توبہ کرتے رہتے ہیں)۔

غلطیوں سے عصمت تو انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے لیے ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالی کی طرف سے پیغام پہنچانے والے ہیں۔ جبکہ ان کے علاوہ جو بھی ہوں ان سے غلطی ہو جاتی ہے۔ اور ایک عالم جسے اللہ تعالی توفیق دے، جو اللہ کے دین کے بارے میں بصیرت رکھتا ہے عظیم خیر پر ہے اگر وہ اجتہاد کرے اور حق جاننے کی بھرپور کوشش کرے تو اسے دوہرا اجر ملے گا اگر صواب بات کو پالیا، اور اگر غلطی بھی کر گیا تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ اور اس کی غلطی معاف ہے۔ جیسا کہ

[18] الترمذي صفة القيامة والرقائق والورع 2499, إبن ماجه الزهد 4251, أحمد 198/3, الدارمي برقم 2727 كلهم من حديث أنس.

یہ بات نبی کریم ﷺ سے نصاً ثابت ہے[19]۔

صاحب فضیلت نے اس موضوع میں اس بات کی وضاحت کی جو وضاحت طلب تھی اور اپنے کلام کی خوب اچھی تفسیر فرمائی۔ پس اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر دے، ثواب میں اضافہ فرمائے، اور اللہ تعالی ہماری اور ان کی اور تمام مسلمانوں کی ہدایت اور توفیق میں اضافہ فرمائے، اور ہم سب کو اس عمدہ کلام کے ذریعے نفع پہنچائے۔ اور میں اپنے تمام بھائیوں اور تمام طلبہ کو اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ وہ اس بات پر خصوصی توجہ دیں اور اس نصیحت سے مستفید ہوں۔ اور اللہ تعالی کے ذمے بغیر علم کے کچھ کہنے سے خبردار رہیں، اور بلا علم علماء کرام کی عزت پر بات کرنے سے بھی پرہیز کریں، کسی انسان کے متعلق جب معلوم ہو جائے کہ اس نے غلطی کی تو اس پر تنبیہ کیجئے لیکن احترام علماء کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور ان کی منزلت کی رعایت کرتے ہوئے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے:

"مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا"[20]

(لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں)۔

پس غلطی پر دلیل کے ساتھ تنبیہ کی جائے گی لیکن جس سے غلطی ہوئی ہے اس کی

---

[19] انظر صحيح الإمام البخاري 157/8 من حديث عمرو بن العاص.

[20] انظر مثالاً في ذلك: مسند الإمام أحمد 241/3 والبخاري النكاح 4776 من حديث عائشة, مسلم النكاح 1401, النسائى النكاح 3217 من حديث أنس و موطأ الإمام مالك ص 708 رقم الحديث 1840 من حديث عبدالله بن أبي بكر عن أبيه.

قدر و منزلت واحترام کو جانتے ہوئے۔

علماء کرام کی بعض غلطیاں بھی ہیں اور اللہ تعالی نے اپنے لطف واحسان کے ساتھ ان کی غلطیوں کو بخش دیا ہے۔ کیونکہ وہ غلطیاں اجتہاد اور حق جاننے کی بھرپور کوشش کے بعد واقع ہوئی ہیں۔ اور انہیں اجتہاد پر ایک اجر اور صواب بات کو پالینے پر دوہرا اجر عطاء فرمایا ہے۔ کیونکہ علماء تو انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ اور وہ توحید الہی کے گواہ ہیں، فرمان باری تعالی ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَاۗىِٕمًۢا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (آل عمران: 18)

(اللہ نے گواہی دی کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے اور اہل علم نے بھی، اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے، اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے)

پس ہم پر ان کی قدر و منزلت کی معرفت واجب ہے، اور ان کے بارے میں حسن ظن رکھنا اور ان کی باتوں کو احسن محامل پر محمول کرنا اور ان کے محاسن بیان کرنا۔ اور اگر وہ کسی غلطی میں واقع ہو بھی گئے تو وہ معصوم عن الخطاء تو نہیں جنہوں نے صواب کو پالیا تو ان کے لیے دوہرا اجر ہے اور جن سے غلطی ہوئی ان کے لیے ان کے صبر اور اجتہاد کی وجہ سے ایک اجر تو پھر بھی ہے۔ اللہ تعالی ان سب کی مغفرت فرمائے اور ہمیں بھی ان کے متبعین میں سے بنادے۔

پس اہل علم جہاں کہیں بھی ہوں ان پر واجب ہے کہ وہ تمام امور میں توثیق و تحقیق سے کام

لیں خصوصاً جو شرعی احکام سے متعلق ہوں۔ کوئی بات نہ کریں مگر علم اور بصیرت کی روشنی میں۔ تاکہ کہیں وہ اللہ تعالی کے اور اس کے رسول ﷺ کے ذمے بلا علم کے بات نہ کہہ بیٹھیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ذمے بلا علم کے کوئی بات منسوب کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اس کے نتیجے میں جو عظیم مصائب مرتب ہوتے ہیں کی وجہ سے اسے شرک کے قریب قریب ذکر فرمایا۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے: ﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ﴾ یعنی کہو اے محمد ﷺ لوگوں کو:

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾
(الاعراف: 33)

(کہہ دیجئے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے)

چنانچہ یہاں دیکھیں کہ اللہ تعالی پر بغیر علم کے بات کرنے کو شرک کے ساتھ بیان کیا کیونکہ اس کے نتیجے میں جو عظیم خطرات مرتب ہوتے ہیں۔ خواہ وہ اللہ تعالی کے اسماء وصفات سے متعلق ہو یا پھر اس کی شریعت ودین سے متعلق۔ یا پھر لوگوں کی عزت وآبرو سے متعلق۔ اللہ تعالی نے دوسری آیت میں خبر دی کہ یہ شیطان کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ وہ لوگوں کو اس کی طرف بلاتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں ہے فرمایا:

﴿اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَاۗءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرۃ:169)

(وہ تو تمہیں برائی اور بے حیائی ہی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالی پر وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے)

پس شیطان ہر شر کا حکم دیتا ہے انہی میں سے اللہ تعالی پر بغیر علم کے بات کرنا بھی ہے۔ لہذا ایک انسان اپنی سماعت، بصارت، دل اور عقیدے کے بارے میں مسئول ہے۔ فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا﴾ (الاسراء:36)

(اور اس چیز کا پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے کوئی علم نہیں۔ بے شک کان اور آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک سے اس کے متعلق سوال ہوگا)

چناچہ اہل علم پر واجب ہے کہ وہ تحقیق وبصارت سے کام لیں۔ اور طالبعلم پر واجب ہے کہ وہ اعتدال سے کام لے۔ اور بس دلیل کی تلاش میں اور حق کی تلاش میں رہے۔ اور اسے جو اشکال پیش آئے تو اہل علم سے سوال کرے۔ اور ایسے امور میں داخل نہ ہو جس میں غلطی کا امکان ہے اور ایسی بات میں پڑنے کا امکان ہے کہ جو اسے فائدے کے بجائے نقصان پہنچائے۔

ہم اللہ تعالی سے اپنے، آپ کے اور تمام مسلمانوں کے لیے اس بات کی توفیق کا سوال کرتے

ہیں جس میں اس کی رضا ہو۔اور اس کے غضب کے اسباب سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔اور ہم اللہ سبحانہ وتعالی سے تمام علماء اور طالبعلموں کے لیے فقہ فی الدین اور اس میں بصیرت اپنانے کی توفیق کی دعاء کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہماری اس سے یہ بھی دعاء ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو اس بات کی توفیق دے جس میں ان کی اصلاح ہے۔اور انہیں فقہ فی الدین کی نعمت سے نوازے۔بے شک وہ جل وعلا جواد ہے کریم ہے۔ نہیں ہے نیکی کرنے کی طاقت اور گناہ سے بچنے کی توفیق مگر اسی کی مدد سے۔

وصلی اللہ وبارک علی عبدہ ورسولہ نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اس موضوع سے متعلق اہم سوالات جن کا جواب فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان ﷾ نے ارشاد فرمایا

بدعت کا ضابطہ کیا ہے اور کسی شخص کو کب بدعتی کہا جائے گا

سوال 1: بدعت کا کیا ضابطہ ہے اور کب کسی شخص کو بدعتی کہا جائے گا؟

جواب: بدعت تو وہی ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ“[21]

(جس کسی نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں نہ تھی، تو وہ مردود ہے)۔

دین میں ہر نیا کام بدعت ہے۔، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ پس بدعت کی تعریف یہ ہے کہ: ہر وہ کام جس کی اصل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں نہ ہو۔ اس بنا پر عبادات وافکار وغیرہ میں سے جو بھی نئے امور ایجاد کیے گئے ہیں یہ سب بدعات ہیں۔ جو بھی اقوال یا افعال یا اعتقادات وغیرہ ہوں کہ جن پر کوئی دلیل نہ ہو، نہ کتاب اللہ سے اور نہ سنت سے تو وہ محدث (نئی بات) ہوگی اور دین میں ہر نوایجاد بات بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اہل بدعت جیسے روافض ہیں کے بارے میں ہمارا کیا مؤقف ہونا چاہیے

[21] البخاري الصلح (2550)، مسلم الأقضية (1718)، أبو داود السنة (4606)، ابن ماجه المقدمة (14)، أحمد (270/6).

سوال 2: اہل بدعت جیسے روافض کے متعلق ہمارا کیا مؤقف ہونا چاہیے؟ کیا ہم انہیں سنت کی طرف دعوت دیں اور ہم ان سے کیسا معاملہ رکھیں کیونکہ ان میں سے ایک ہمارے ساتھ کام کرتا ہے؟

جواب: دعوت الی اللہ تو مطلوب ہے۔ شاید کہ اللہ تعالی اسے نفع دے۔ اور وہ توبہ کر لے یا کم از کم اس پر حجت تمام ہو جائے۔ دعوت الی اللہ تو مطلوب ہے ان کے ساتھ اور دوسروں کے ساتھ بھی۔ جہاں تک کام کرنے کا تعلق ہے اگر آپ اس بدعتی کے ماتحت نہیں اور اسے آپ پر کوئی فوقیت نہیں بلکہ وہ محض اس ادارے یا شعبے میں کام کرتا ہے جو مستقیم ہے۔ اور وہ آپ کی طرح وہاں ملازم ہے تو بلاشبہ آپ کا اہل سنت اور اہل خیر کے ساتھ رہنا افضل ہے۔ لیکن اگر آپ اس کے ساتھ ایک ہی جگہ، یا شعبے میں، یا آفس میں کام کرتے ہیں اور اسے آپ پر سرپرستی یا منتظمیت حاصل نہیں (یعنی وہ منیجر یا سپروائزر نہیں) تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ آپ سنت سے تمسک اختیار کریں، نمازوں کی محافظت کریں، اور اسے بس ایک جانب ہی رکھیں، زیادہ گھل ملنے یا مانوس ہونے کی ضرورت نہیں بس اسے ایک جانب ہی رکھیں اور اسے غیر موجود لوگوں میں گویا کہ شمار کریں۔

بدعت کو اچھی اور بری میں تقسیم کرنا

سوال 3: بدعت کو اچھی اور بری بدعت میں تقسیم کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور کیا جو اس تقسیم کا قائل ہے اس کا اس حدیث نبوی ﷺ سے حجت پکڑنا صحیح ہے کہ فرمایا: ”مَنْ سَنَّ فِي

الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً۔۔۔"[22] (جس نے اسلام میں سنت حسنہ (اچھی سنت) جاری کی۔۔۔) الحدیث۔ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے: "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ۔۔۔" (یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔۔۔)؟ اس بارے میں ہمیں مستفید فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً

جواب: جو لوگ بدعت کو اچھی اور بری میں تقسیم کرتے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ بدعات تو سب کی سب بری ہیں۔ کیونکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ"[23]

(ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں ہے)۔

البتہ یہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذکر ہوا کہ:

"مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً۔۔۔"[24]

(جس نے اسلام میں سنت حسنہ (اچھی سنت) جاری کی۔۔۔)۔

---

[22] مسلم الزكاة 1017, الترمذي العلم 2675, النسائى الزكاة 2554, إبن ماجه المقدمة 203, أحمد 359/4, الدارمي المقدمة 42.

[23] الترمذي العلم 2676, أبو داود السنة 4607, النسائي صلاة العيدين (1578) ، ابن ماجه المقدمة (42) من حديث جابر بن عبدالله بنحوه، ورواه مسلم الجمعة (867) بدون ذكر: وكل ضلالة في النار من حديث جابر بن عبدالله، وللفائدة انظر: كتاب "الباعث على إنكار البدع والحوادث لأبي شامة رحمه الله ص 93 وما بعده.

[24] مسلم الزكاة 1017, الترمذي العلم 2675, النسائى الزكاة 2554, إبن ماجه المقدمة 203, أحمد 359/4, الدارمي المقدمة 42.

اس سے مراد ہے جس نے کسی سنت کا احیاء کیا (اسے زندہ کیا)۔ کیونکہ یہ حدیث آپ ﷺ نے اسی مناسبت سے بیان فرمائی تھی جب ایک صحابی لوگوں کی ضرورت کے موقع پر صدقہ لے کر آئے انہوں نے ابتداء کی تو سب نے ان کی دیکھا دیکھی اس خیر میں ان کی پیروی کی ان کی پیروی میں سب نے صدقات دینا شروع کر دیے۔

رہا سوال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کہ:

”نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ۔۔۔“[25]

(یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔۔۔)۔

اس سے بھی مراد بدعت کا لغوی معنی ہے ناکہ شرعی معنی۔ کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اس مناسبت سے فرمایا تھا جب انہوں نے تمام لوگوں کو نماز تراویح میں ایک امام کے پیچھے جمع فرمادیا تھا۔اور یہ بات معلوم ہے کہ نماز تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنا تو خود رسول اللہ ﷺ نے مشروع بنایا تھا کہ آپ ﷺ نے خود کچھ راتیں اپنے صحابہ کے ساتھ قیام فرمایا تھا، پھر چھوڑ دیا تھا اس ڈر سے کہ کہیں یہ ان پر فرض نہ ہو جائے[26]۔

لہذا لوگ پھر تنہاء یا مختلف چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں اسے پڑھتے تھے۔ یہ دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سب کو ایک امام پر جمع فرمادیا جیسا کہ عہد نبوی ﷺ میں تھا کہ جب آپ ﷺ نے ان راتوں

[25] البخاري صلاة التراويح 1906, مالك النداء للصلاة 252 من حديث عبدالرحمن بن عبدالقاري.

[26] انظر صحيح البخاري 252/2 من حديث عائشة.

میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ نماز پڑھائی تھی۔ لہذا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تو اس سنت کو پھر سے زندہ کیا۔ اور انہوں نے اس چیز کو جاری کر دیا جو منقطع ہو گئی تھی۔ چناچہ ان کا یہ فعل لغوی بدعت کہلائے گا ناکہ شرعی بدعت۔ کیونکہ شرعی بدعت تو حرام ہے۔ نہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اور نہ ہی کسی اور کہ لیے ممکن ہے کہ وہ اس پر عمل کریں۔ وہ سب تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ڈراوے پر عمل کرتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعات سے خبر دار فرمایا تھا[27]۔

بدعات اور غلطیوں سے منع کرنے کے بارے میں سستی سے کام لینا

سوال 4: بدعت اور غلطیوں سے منع کرنے میں سستی وتساہل کا مظاہرہ کرنا بہت سے اسلامی دانشوروں کے یہاں عام ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی بعض ایسے لوگوں کے پاس سے گزرتا ہے جو قبوں اور مزاروں کے گرد طواف کر رہے ہوتے ہیں تو انہیں ایک کلمہ تک نہیں کہتا۔ کیونکہ وہ پارلیمنٹ کے قبے کے خلاف سر گرم عمل ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ اس بارے میں آپ کیا تعلیق فرمائیں گے؟! اور بعض نائبین ایسی حکومتی پارلیمنٹ میں حصہ لیتے ہیں کہ جو شریعت کی تطبیق نہیں کرتی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ

---

[27] للفائدة انظر: كتاب "الباعث على إنكار البدع والحوادث" لأبي شامة رحمه الله ص 93-95.

فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ"[28]

(تم میں جو کوئی برائی دیکھے تو اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے، اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو پھر اپنے دل سے برا جانے، اور یہ کمزور ترین ایمان ہے)۔

قبروں پر طواف کرنا اور قبر والوں سے دعاء کرنا تو عظیم ترین منکر ہے جس کا حسب استطاعت انکار کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اگر وہ نہ اپنی زبان سے اور نہ ہی اپنے دل سے اس کا انکار کرتا ہے تو یہ اس کے عدم ایمان کی دلیل ہے۔

البتہ ایک مسلمان کا کافر پارلیمنٹ میں حصہ لینا تو یہ ایسا قضیہ ہے کہ جس کی باقاعدہ تحقیق ہونی چاہیے اور اس کے حکم کے تعلق سے جواب مجامع علمیہ اور فتاوی کے مجاز اداروں سے حاصل کیا جائے۔

مستحسن چیزوں کو ایجاد کرنا

سوال 5: بعض لوگ نئی باتیں ایجاد کرتے ہیں اور اسے مستحسن قرار دیتے ہیں اسی قول رسول ﷺ سے دلیل لیتے ہوئے کہ: "مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ

[28] مسلم الإيمان 49, الترمذي الفتن 2172, النسائى الإيمان وشرائعه 5009, أبوداود الصلاة 1140, إبن ماجه إقامة الصلاة والسنة فيها 1275, أحمد 54/3.

عَمِلَ بِهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔۔۔"[29] (جس نے اسلام میں کوئی اچھی سنت وطریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور تاقیامت جو بھی اس پر عمل پیرا ہو گا اس کا اجر بھی ملے گا۔۔۔) آخر تک جو حدیث ہے۔ پس کیا وہ اپنی اس بات میں حق بجانب ہیں؟ اگر وہ حق پر نہیں ہیں تو سابقہ ذکر کردہ حدیث کا مدلول آخر کیا ہے؟ اور کیا مستحسن چیزوں کو ایجاد کرنا جائز ہے؟ جواب دیجئے اللہ تعالی آپ کو ثواب سے نوازے۔

جواب: بدعت وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے سے انسان اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنا چاہے مگر اس پر کتاب وسنت کی دلیل نہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ"[30]

(جس کسی نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں نہ تھی، تو وہ مردود ہے)۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

---

[29] مسلم الزكاة 1017, الترمذي العلم 2675, النسائی الزكاة 2554, إبن ماجه المقدمة 203, أحمد 359/4, الدارمي المقدمة 42.

[30] البخاري الصلح (2550)، مسلم الأقضية (1718)، أبو داود السنة (4606)، ابن ماجه المقدمة (14)، أحمد (270/6).

”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ“[31]

(جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس کا ہم نے حکم نہ دیا ہو تو وہ مردود ہے)۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

”وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“[32]

(اور (دین میں) نئے نئے کاموں سے بچو، کیونکہ (دین میں) ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے)۔

اور بدعات و محدثات سے روکنے والی بہت کثیر و مشہور احادیث ہیں۔ اسی طرح سے اہل علم کا کلام خواہ صحابہ ہوں یا تابعین اور جو ان کے بعد محققین آئے کا کلام معلوم و مشہور ہے۔ ناممکن ہے کہ کوئی بدعت حسنہ ہو بلکہ بدعات تمام کی تمام گمراہی ہیں۔ جیسا کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

”وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“

(اور ہر بدعت گمراہی ہے)۔

جو کوئی یہ گمان کرتا ہے کہ کوئی بدعت حسنہ (اچھی) بھی ہو سکتی ہے تو وہ اس قول رسول ﷺ کی

---

[31] البخاري الصلح (2550) ، مسلم الأقضية (1718) ، أبو داود السنة (4606) ، ابن ماجه المقدمة (14) ، أحمد (256/6)۔

[32] الترمذي العلم 2676, أبو داود السنة 4607واللفظ له, ابن ماجه المقدمة (42), أحمد 127,126/4, الدارمي برقم 95 كلهم من حديث العرباض بن سارية.

مخالفت کرتا ہے:

”فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“

(کیونکہ (دین میں) ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے)۔

گویا کہ یہ بول رہا ہے کہ کچھ بدعات ایسی بھی ہیں جو گمراہی نہیں! بلاشبہ یہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت ہے۔

جبکہ آپ ﷺ کا یہ فرمانا:

”مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا“[33]

(جس نے اسلام میں کوئی اچھی سنت وطریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو بھی اس پر عمل پیرا ہو گا اس کا اجر بھی ملے گا)۔

اس بات پر دلالت نہیں کرتا جو یہ کہتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ: ”من ابتدع بدعة حسنة“ (جس نے بدعت حسنہ ایجاد کی) بلکہ فرمایا: ”مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً“ (جس نے سنت حسنہ جاری کی)۔ اور سنت تو بدعت سے الگ ہے۔ سنت تو وہ ہے جو کتاب وسنت کے موافق ہو۔ جو دلیل کے موافق ہو وہ سنت ہے۔ جو کوئی ایسی سنت پر عمل کرے جس پر کتاب وسنت دلالت کرتے ہیں تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو کوئی تاقیامت اس پر عمل

---

33 مسلم الزكاة 1017, الترمذي العلم 2675, النسائي الزكاة 2554, إبن ماجه المقدمة 203, أحمد 359/4, الدارمي المقدمة 42.

کرے گا اس کا بھی اجر ملے گا۔ یعنی جو اس سنت کا احیاء کرے گا اور لوگوں کو اس کی تعلیم دے گا اور بیان کرے گا اور وہ اس کی اقتداء میں اس پر عمل کریں گے تو اسے ان سب کے اجر جیسا اجر ملے گا۔ اور اس حدیث کا سبب بھی معروف ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب عرب سے کچھ محتاج لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ پر رقت طاری ہو گئی اور ان کی حالت دیکھ کر آپ بہت رنجیدہ ہو گئے۔ پس آپ ﷺ نے ان پر صدقے کا حکم دیا اور اس کی ترغیب دلائی۔ جس پر ایک صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے بہت سا مال صدقہ کر دیا۔ انہیں دیکھ کر لوگوں نے بھی ان کی پیروی میں صدقات دینا شروع کر دیے۔ کیونکہ انہوں نے ہی ان کے لیے اس طریقے کا آغاز فرمایا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

"مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا"

(جس نے اسلام میں کوئی اچھی سنت و طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو بھی اس پر عمل پیرا ہو گا اس کا اجر بھی ملے گا)۔

لہذا اس شخص صحابی نے ایک سنت پر عمل کیا تھا جو کہ صدقہ کرنا اور محتاجوں کی مدد کرنا تھا جبکہ صدقہ کرنا کوئی بدعت نہیں۔ کیونکہ یہ تو وہ کام ہے جس کا حکم کتاب و سنت میں موجود ہے۔ اسی لیے یہ سنت حسنہ ہے۔ جس نے اس کا احیاء کیا، اس پر عمل کیا اور لوگوں کو بیان کیا یہاں تک کہ لوگوں نے اس پر عمل شروع کر دیا اور اس میں اس کی پیروی کی، تو اسے ان سب کے اجر جیسا اجر ملے گا۔

بدعت کو پانچ اقسام میں تقسیم کرنا

سوال 6: فضیلۃ الشیخ آپ نے بیان کیا تھا کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔اور بدعت حسنہ نام کی کوئی چیز نہیں۔ حالانکہ بعض نے تو بدعت کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے: بدعت واجبہ، بدعت مندوبہ، بدعت محرمہ، بدعت مکروہہ اور بدعت مباحہ۔ایسے لوگوں پر کیا رد ہوگا؟

جواب: اس پر رد یہ ہے کہ یہ فلسفہ اور جدل قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہے:

"كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"[34]

(ہر بدعت گمراہی ہے)۔

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہر بدعت محرمہ نہیں! یہ فلسفہ کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ہے اور اس پر تعقیب ہے۔

البتہ جو بعض مثالیں وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بدعت مستحبہ ہیں جیسے قرآن کریم کو جمع کرنا تو یہ بدعت نہیں ہے۔ یہ سب کتابتِ قرآن کے حکم کے ہی تابع ہیں۔ قرآن مجید کو لکھا جاتا تھا۔اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی جمع ہو چکا تھا۔ یہ تو اس منصوبے کا ہی تتمہ و تکمیل تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع فرمایا تھا۔ لہذا یہ ان باتوں میں داخل ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع فرمائیں۔

اسی طرح کی بات وہ مدارس کے قیام کے سلسلے میں کہتے ہیں مگر یہ سب بھی علم کی تعلیم والے

---

[34] الترمذي العلم 2676, أبو داود السنة 4607واللفظ له, ابن ماجه المقدمة (42), أحمد 127,126/4, الدارمي برقم 95 كلهم من حديث العرباض بن سارية.

حکم کے تابع ہیں۔ اللہ تعالی نے تعلیم علم کا حکم دیا ہے۔ اور اس کے لیے تیاری کرنے کا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کا حکم دیا ہے تو یہ سب حکم الہی کے ہی تابع ہیں۔

لیکن بدعت تو وہ ہے جو دین میں نئی بات ایجاد کی جائے جو اس میں سے نہیں جیسا کہ کوئی ایسی عبادت ایجاد کر دی جائے جس کی شریعت میں کوئی دلیل نہیں تو وہ بدعت ہے۔

ایسی بدعات جو نسلوں سے رائج چلی آرہی ہیں پر تنبیہ کرنے کی صورت میں فتنے کا خطرہ

سوال 7: اگر نسلوں سے رائج بدعت پر تنبیہ کرنے کی صورت میں عنقریب فتنے کا اندیشہ ہو تو کیا اس پر سکوت اختیار کرنا اولی ہے؟ یا پھر کچھ بھی ہو اس پر بہر حال تنبیہ کی جائے گی؟

جواب: یہ تو حالات کو دیکھ ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر نقصان اس کی مصلحت سے بڑھ کر ہو تو اس صورت میں اخف الضررین (دو نقصان میں سے کم تر) کا ارتکاب کرنا تاکہ جو ان میں سے بڑی برائی ہے اس کی روک تھام کی جائے زیادہ مناسب ہے۔ لیکن اس کی وضاحت کرنے، لوگوں کو اچھی وعظ و نصیحت اور رفتہ رفتہ تعلیم دینے سے سکوت اختیار نہ کیا جائے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن: 16)

(سو اپنی طاقت بھر اللہ سے ڈرتے رہو)

اگر انکار کا اظہار کرنے سے زیادہ بڑا فساد جنم لیتا ہو تو ہم بس لوگوں کو وضاحت کر دیں گے اور صحیح بات سے روشناس کروائیں گے یہاں تک کہ وہ خود سے اس چیز کو ترک کر دیں۔ اللہ تعالی

کا فرمان ہے:

﴿ادْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾(النحل:125)

(اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کریں جو سب سے اچھا ہے)

پس ایک جاہل کے ساتھ حکمت ونرمی سے شروع کیا جائے۔ اگر ہم اس کی طرف سے کچھ نفرت آمیز رویہ دیکھیں تو پھر وعظ کریں اللہ تعالی سے ڈرائیں۔ اور اگر ہم دیکھیں کہ وہ حق کو قبول نہیں کرتا بلکہ چاہتا ہے کہ قوت کے ساتھ حق کا مقابلہ کرے تو ہم بھی اس صورت میں قوت سے اس کا مقابلہ کریں گے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ شرعی قاعدے کو بروئے کار لایا جائے کہ دو برائیوں میں سے ہلکی ترین کا ارتکاب کیا جاسکتا ہے تاکہ بڑی برائی کو روکا جاسکے۔ اسی طرح سے دوسرا قاعدہ ہے کہ: ”درأ المفاسد مقدم علی جلب المصالح“[35] (مفاسد کو دور کرنا مصالح کے حصول پر مقدم ہے)۔ لیکن یہ بات وقتی وعارضی ہے۔ لہذا ہم ان لوگوں کے ساتھ جو ان باتوں کے عادی ہیں اور مصر ہیں نرمی اور رفق کا معاملہ کریں گے۔ اور ان کے لیے وضاحت کریں گے کہ یہ غلطی ہے جائز نہیں۔ ساتھ ہی باکثرت یاددہانی اور تکرار کریں کیونکہ اللہ تعالی جسے چاہتا ہے ہدایت

[35] انظر: الأشباه والنظائر للسيوطي.

دیتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ وعظ و نصیحت اور یاد دہانی سے متاثر ہو جائیں اور اس چیز کو خود سے چھوڑ دیں۔

پس ہم وہ طریق اپنائیں گے جو اس مہم میں نجات و کامیابی کے ضامن ہوں۔ اور حکمت کو اپنی جگہ استعمال کریں گے، وعظ و نصیحت کو اپنی جگہ اسی طرح سے شدت کو اپنے موقع محل پر۔ اس طرح سے ہوتا ہے ایک داعی الی اللہ۔ چناچہ ہر مقام کا اپنا مقال ہوتا ہے۔

بدعتیوں کے تعلق سے سلف کا مؤقف

سوال 8: ہم فضیلۃ الشیخ سے چاہتے ہیں کہ آپ بدعتیوں کے بارے میں سلف کے مؤقف کی وضاحت فرمادیں۔ وجزاکم اللہ خیراً؟

جواب: سلف ہر کسی کو بدعتی قرار نہیں دیتے تھے۔ نہ ہی بدعت کے کلمے کو ہر اس شخص پر چسپاں کرتے تھے جس سے بعض مخالفات ظاہر ہوں۔ ہم صرف اس چیز کو بدعت کی صفت سے موصوف کریں گے جس نے کوئی فعل ایجاد کیا جس سے وہ تقرب الہی چاہتا ہو۔ ایسی عبادت جسے رسول اللہ ﷺ نے مشروع قرار نہیں دیا۔ آپ ﷺ کے اس فرمان سے ماخوذ کہ:

”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ“[36]

(جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس کا ہم نے حکم نہ دیا ہو تو وہ مردود ہے)۔

---

[36] البخاري الصلح (2550) ، مسلم الأقضية (1718) ، أبو داود السنة (4606) ، ابن ماجه المقدمة (14) ، أحمد (256/6)۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ“[37]

(جس کسی نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں نہ تھی، تو وہ مردود ہے)۔

پس بدعت دین میں جدید چیزیں ایجاد کرنا ہے جس پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دلیل نہ ہو یہ ہے بدعت۔ جب کسی شخص پر یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے دین میں بدعت ایجاد کی ہے اور رجوع کرنے سے بھی انکاری ہے تو پھر اس بارے میں منہج سلف یہ ہے کہ وہ ایسوں کا بائیکاٹ کرتے تھے اور اس سے دور رہتے تھے، اس کے ساتھ بیٹھتے نہ تھے۔

یہ تھا ان کا منہج لیکن جیسا کہ میں نے ذکر کیا یہ اس کے بعد ہوگا جب ثابت ہو جائے کہ وہ بدعتی ہے، پھر اسے نصیحت کر دی گئی ہے مگر وہ اپنی بدعت سے رجوع کرنے کو تیار نہیں تو پھر اس کا بائیکاٹ کیا جائے گا کہ کہیں اس کا ضرر انہیں متاثر نہ کرلے جو اس کے ساتھ بیٹھیں یا رابطہ کریں۔ اور اس لیے بھی تاکہ لوگوں کو اس بدعتی اور بدعت سے خبردار کیا جائے۔

لیکن بدعت کا اطلاق کرنے میں غلو کرنا کہ جو کوئی بھی کسی سے اختلاف رائے رکھے اسے بدعتی کہہ دیا جائے! ہر کوئی دوسرے کو بدعتی کہتا پھرے حالانکہ اس نے دین میں کوئی بات ایجاد

---

[37] البخاري الصلح (2550)، مسلم الأقضية (1718)، أبو داود السنة (4606)، ابن ماجه المقدمة (14)، أحمد (270/6).

نہیں کی سوائے اس کے کہ اس نے اس کی یا کسی شخص کی مخالفت کی ہے یا پھر اس کی یا اس کی جماعتوں میں سے اس کی جماعت کی مخالفت کی ہے تو ایسا شخص بدعتی نہیں۔

جو کسی حرام کام یا معصیت کا مرتکب ہو تو اسے عاصی (گنہگار) کہا جاتا ہے اور ہر عاصی بدعتی نہیں ہوتا۔ نہ ہی ہر خطاء کار بدعتی ہوتا ہے۔ کیونکہ بدعتی وہ ہوتا ہے جو دین میں وہ بات ایجاد کرے جو اس میں سے نہیں۔ یہ ہے بدعتی ہے۔ لیکن بدعتی کا اطلاق کرنے میں غلو کرنا کہ جو کوئی کسی شخص کی مخالفت کرے اسے بدعتی کہہ دینا تو یہ صحیح نہیں۔ ہو سکتا ہے صواب مخالف کے پاس ہو۔ چناچہ یہ منہج سلف میں سے نہیں[38]۔

جو کوئی بدعت مکفرہ کا مرتکب ہو

سوال 9: یا شیخ اللہ تعالی آپ کی حفاظت فرمائے اس مقولے کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے: جو کوئی بدعت مکفرہ کا مرتکب نہیں تو وہ اہل سنت کے نام سے خارج نہیں ہو گا بلکہ اہل سنت سے فقط وہی خارج ہو گا جو کہ بدعت مکفرہ کا مرتکب ہو؟

جواب: یا سبحان اللہ! جو کوئی بدعت مکفرہ کا مرتکب ہو وہ تو اصلاً مسلمانوں میں سے ہی نہیں۔ یہ کافی نہیں کہ ہم کہیں وہ اہل سنت میں سے نہیں۔ جو کوئی بدعت مکفرہ کا مرتکب ہو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ مسلمانوں میں سے ہی نہیں، محض یہ نہیں کہا جائے گا کہ فقط وہ اہل سنت میں سے نہیں۔ کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اہل سنت میں سے نہیں تو اس سے یہ سمجھا

---

[38] للفائدة انظر إلى ما كتبه صاحب الفضيلة الشيخ بكر بن عبدالله أبو زيد في كتابه "هجر المبتدع".

جائے گا کہ وہ ایک مسلمان ہی ہے مگر اہل سنت کے مذہب کی مخالفت کرتا ہے تو اس کا حکم جیسے تمام بدعتی ہوتے ہیں ان جیسا ہوگا۔ البتہ جو غیر مکفرہ بدعت کا مرتکب ہو تو اسے کہا جائے کہ وہ اہل سنت میں سے نہیں۔ پس بدعتیوں کی بھی اقسام ہیں:

1-بدعتی کافر جو اصلاً ہی مسلمانوں میں سے نہیں یہ وہ ہے کہ جو بدعت مکفرہ کا مرتکب ہو۔

2-وہ بدعتی جو مسلمانوں میں تو شمار ہوگا لیکن اہل سنت میں سے نہیں۔ اور یہ وہ شخص ہے کہ جس کی بدعت فسق کی متقاضی ہو۔

ان دو انواع کے بدعتیوں کے تعلق سے کبھی بھی یہ کہنا ناممکن ہے کہ یہ اہل سنت میں سے ہیں۔ یا تو کہا جائے گا کہ وہ کافر ہے جو ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔ یا پھر کہا جائے گا کہ وہ بدعتی ہے جو اہل سنت والجماعت میں سے نہیں مثلاً معتزلہ، جہمیہ اور خوارج وغیرہ جیسے فرقے۔

3-ایسا بدعتی جو عاصی وگنہگار کہلائے گا لیکن وہ اہل سنت میں سے ہوگا اور یہ وہ ہے کہ جس کی بدعت اس کے فسق کی متقاضی نہ ہو۔

جو کوئی اہل بدعت کی توقیر، احترام اور تعریف کرے

سوال 10: اس شخص کا کیا حکم ہے جو اہل بدعت کی توقیر، احترام اور تعریف کرتا ہے کیونکہ وہ حکم اسلامی کی تنفیذ کرتے ہیں جبکہ اسے ان کی بدعت کا بھی علم ہے۔ اور بسا اوقات جب وہ اپنے عام دروس میں ان بدعتیوں کا ذکر کرتا ہے تو یوں کہتا ہے: ان بدعتیوں کے بعض مواقف پر تحفظات ہونے کے ساتھ ۔۔۔۔ یا یوں کہتا ہے: جس چیز پر یہ بدعتی لوگ ہیں اس سے ذرا

صرف نظر کرتے ہوئے۔۔۔یعنی وہ بدعتی جن کا احترام یہ قائل کرتا ہے۔ پھر ان کی تعریف کرتا ہے اور کا دفاع کرتا ہے حالانکہ ان کا کلام مکتوب بھی اور ریکاڈنگ میں بھی موجود ہے جس میں سنت پر طعن کیا گیا ہے، صحابہ کو جاہل کہا گیا ہے، گستاخی رسول ﷺ تک کی گئی ہے۔ لہذا اس قائل کا حکم کیا ہے اور کیا اس کے ان اقوال سے خبر دار کیا جائے گا؟

جواب: بدعتی کی تعظیم وتعریف کرنا جائز نہیں اگرچہ اس کے پاس حق بات میں سے کوئی چیز ہو کیونکہ اس کی مدح وتعریف کرنا اس کی بدعت کو مروج کرنے کا سبب ہے۔ اور گویا کہ بدعتی کو اس امت کی ایسی شخصیات کی صف میں کھڑا کر دینا ہے کہ جن کی پیروی کی جاتی ہے۔ جبکہ سلف نے ہمیں بدعتیوں پر اعتماد کرنے، ان کی تعریف کرنے، ان کی مجالس اختیار کرنے سے ڈرایا ہے۔ اسی میں سے اسد بن موسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: خبر دار کہ بدعتیوں میں سے تمہارا کوئی بھائی بند، ہم نوالہ وپیالہ یا ساتھی ہو۔ کیونکہ اثر میں آیا ہے:

”مَنْ جَلَسَ إِلَى صَاحِبِ بِدْعَةٍ نُزِعَتْ مِنْهُ الْعِصْمَةُ , وَوُكِلَ إِلَى نَفْسِهِ ومن مشى إلى صاحب بدعة مشى في. هدم الإسلام“[39]

(جو کوئی بدعتی کے ساتھ بیٹھتا ہے اس سے ذمہ داری اٹھالی جاتی ہے اور اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیا جاتا ہے، اور جو کوئی بدعتی کی طرف چل کر گیا تو وہ اسلام کو منہدم کرنے کی طرف چل کر گیا)۔

بدعتیوں سے تحذیر (خبر دار کرنا) واجب ہے۔ اور ان سے دور رہنا واجب ہے اگرچہ ان کے

[39] الإعتصام 107/1.

پاس کچھ حق بات بھی موجود ہو۔ کیونکہ غالباً ہر گمراہی تھوڑے بہت حق سے خالی نہیں ہوتی لیکن جب تک اس کے پاس بدعت، مخالفت اور غلط افکار ہوں اس کی بدعت کو نظرانداز کرتے ہوئے اس کی مدح و تعریف کرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے اس کی بدعت کی ترویج اور سنت کی اہانت ہو گی۔ اور اس طریقے سے اللہ نہ کرے بدعتی غالب ہوں گے اور امت کے قائد بن بیٹھے گے۔ پس ان سے خبردار کرنا ڈرانا واجب ہے۔ اور الحمدللہ ہر زمانے میں ایسے آئمہ سنت ہوتے ہیں جن کی جانب امت کا رجوع کرنا ان بدعتیوں کے پاس جانے سے کفایت کرتا ہے اور یہی قدوۃ ورہنما ہیں۔

پس اس کی اتباع کرنا واجب ہے جو سنت پر مستقیم ہو اور جس کے یہاں بدعات نہ ہوں۔ جبکہ بدعتی سے تو خبردار کرنا اور بچنا واجب ہے۔ اور اس پر سختی کرنا تاکہ لوگ اس سے ڈریں۔ یہاں تک کہ اس کا اور اس کی پیروکاروں کا قلع قمع ہو۔ جبکہ یہ بات کہ اس کے پاس حق میں سے بھی کچھ ہے تو یہ اس کی تعریف کرنے کا جواز فراہم نہیں کرتا کیونکہ یہ زیادہ مصلحت کے تقاضے کے برخلاف ہے۔ دین کا یہ قاعدہ معلوم و معروف ہے کہ: ''إن درأ المفاسد مقدم على جلب المصالح''[40] (بے شک مفاسد کی روک تھام مصالح کے حصول پر مقدم ہے)۔ بدعتی کی مخالفت میں امت پر سے مفسدہ کو دور کرنا ہے جسے ترجیح حاصل ہے اس مزعوم مصلحت پر اگر واقعی کوئی ہے بھی تو۔ اگر ہم اس قاعدے پر چلنے لگیں تو پھر کوئی بھی گمراہ نہیں کہلائے گا نہ ہی بدعتی کیونکہ کوئی بھی بدعتی ایسا نہیں کہ جس کے پاس حق بات میں سے یا دینی التزام میں

[40] انظر: الأشباه والنظائر للإمام السبكي 105/1.

سے بھی کچھ نہ کچھ نہ ہو۔ کیونکہ بدعتی کوئی کافر محض نہیں ہوتا۔ نہ ہی پوری کی پوری شریعت کا مخالف ہوتا ہے۔ بلکہ وہ تو صرف بعض امور یا غالب امور میں بدعتی ہوتا ہے۔ خصوصاً اگر اس کی بدعت عقیدے سے متعلق ہو اور منہج سے متعلق ہو تو پھر معاملہ اور بھی پر خطر ہے۔ کیونکہ بایں صورت وہ ایک قدوۃ و نمونہ بن جائے گا اور وہیں سے بدعت امت میں منتشر ہوگی اور اہل بدعت اپنی بدعت کی ترویج میں سرگرم ہوں گے۔ پس یہ شخص جو بدعتی کی تعریف کرتا ہے اور بدعتی کے پاس جو تھوڑا بہت حق ہے اس کے ذریعے سے لوگوں پر معاملے کو مشتبہ کرتا ہے اس کے بارے میں دو میں سے ایک بات ضرور ہے:

یا تو وہ منہج سلف اور بدعتیوں کے خلاف ان کے مؤقف سے جاہل ہے۔ اور ایسے جاہل کے لیے کلام کرنا جائز نہیں۔ اور نہ ہی مسلمانوں کو اسے سننا جائز ہے۔

یا پھر وہ مغرض ہے کیونکہ وہ بدعت اور بدعتی کے خطرات کو جانتا بھی ہے اس کے باوجود وہ محض مغرض ہے جو اس بدعتی و بدعت کو رواج دینا چاہتا ہے۔

بہر حال یہ معاملہ بہت خطرناک ہے اور جائز نہیں کہ بدعت اور اہل بدعت کے بارے میں تساہل و سستی برتی جائے اگرچہ وہ کوئی بھی ہوں۔

گناہوں کی وجہ سے تکفیر کرنا

سوال 11: گناہوں کے سبب سے تکفیر کرنے کے تعلق سے سوال ہے جو ایک سے زائد فقرات پر مشتمل ہے:

اولاً: کیا کھلم کھلا معصیت وگناہ کرنے والے کو کافر کہا جائے گا جیسے گانا بجانا یا زنا یا سود خوری؟

جواب: گناہوں کی دو اقسام ہیں: کبیرہ اور صغیرہ۔

اور کبیرہ گناہوں کی بھی دو مزید اقسام ہیں:
وہ کبیرہ گناہ جو ملت اسلامیہ سے خارج کردیتا ہے اور وہ کبیرہ گناہ جو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا۔

پس وہ کبیرہ گناہ جو ملت اسلامیہ سے خارج کردیتا ہے اس کی مثال جیسے اللہ تعالی کے ساتھ شرک یا کفر کرنا ایسے کبیرہ گناہ ہیں جو انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج کردیتے ہیں یا جیسے غیر اللہ کو پکارنا، غیر اللہ سے فریاد کرنا، قبروں کی عبادت، قبروں کے لیے ذبح کرنا، جادو سیکھنا سکھانا، جان بوجھ کر نماز ترک کرنا اگرچہ وہ اس کے وجوب کا انکاری نہ بھی ہو صحیح تر قول کے مطابق وہ بھی۔ پس یہ وہ کبیرہ گناہ ہیں جو کہ ایک انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج کردیتے ہیں۔اور بعض ایسے کبیرہ گناہ بھی ہیں جو ان سے کم تر ہیں۔ان کی بھی دو اقسام ہیں:

1-اعتقادی کبیرہ گناہ۔
2- عملی کبیرہ گناہ۔

اعتقادی کبیرہ گناہ: مثلاً معتزلہ، خوارج اور اشاعرہ وغیرہ کے اقوال جو کہ اسماء وصفات الہیہ کی نفی کرتے ہیں، یا پھر محض اسماء کی نفی کرتے ہیں مگر بعض صفات کو ثابت مناتے ہیں۔ یہ بھی کبیرہ گناہوں میں سے اور اس کا مرتکب فاسق ہے اعتقادی فاسق۔

جبکہ جو دوسری قسم ہے یعنی عملی کبیرہ گناہ اس کی مثال جیسے شراب نوشی، زنا، چوری، ناحق کسی کا قتل کرنا یا جیسے پاکدامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا تو یہ سب عملی کبیرہ گناہ ہیں جس کا مرتکب فاسق ہے عملی فاسق۔ لیکن ملت اسلامیہ سے خارج نہیں۔

لہذا اعتقادی کبیرہ گناہ شرک کے علاوہ اور عملی کبیرہ گناہ بھی سب ایسے ہیں کہ جو اپنے مرتکب کو فاسق بنادیتے ہیں۔ اور ان میں سے جو پہلی قسم ہے وہ دوسری سے زیادہ شدید ہے کہ جس کے پاس اعتقادی فسق ہے وہ اس سے زیادہ برا ہے جس کے پاس صرف عملی فسق ہے۔ لیکن یہ دونوں قسم کے فساق ملت اسلامیہ سے خارج نہیں سوائے اس حال میں کہ اعتقادی فاسق اپنی بدعت کی طرف بلائے اور دعوت دے۔ ایسوں کی سلف نے تکفیر کی ہے جیسے جہمیہ کے داعیان کی اور معتزلہ کے داعیان کی کہ جو ان مذاہب کی طرف باقاعدہ دعوت دیتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی محض اس سے چمٹا ہو لیکن اس کی طرف دعوت نہیں دیتا بس گمان ہے اس کا کہ یہ صحیح وصواب مؤقف ہے اور اس کے قائلین کے اقوال کی وجہ سے اسے دھوکہ ہوا ہے۔ تو ایسے کی تکفیر تو نہیں کی جائے لیکن گمراہ قرار دیا جائے گا اور یوں کہا جائے گا کہ یہ گمراہ اور فاسق ہے اعتقادی فاسق۔

چناچہ یہ ثابت ہوا کہ ملت اسلامیہ سے سوائے کفریہ وشرکیہ کبیرہ گناہ کے کوئی گناہ خارج نہیں کرتا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (النساء: 48)

(بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک کیا جائے اور وہ بخش دے گا جو

اس سے کم تر (گناہ) ہیں جس کے لیے چاہے)

اللہ تعالی نے شراب نوشی، چوری اور زنا کرنے والے پر حد کا نفاذ واجب قرار دیا ہے اگروہ کافر ہوتے تو ان کے قتل کا حکم دیا جاتا۔ چناچہ ان پر حدود قائم کرنا ان کے اسلام کی دلیل ہے۔ اللہ تعالی نے باہم قتل قتال کرنے والوں تک کو ایمان میں بھائی بھائی قرار دیا:

﴿وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ (الحجرات: 9-10)

(اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو)

پس یہاں قاتل کو مومن اور مقتول کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔ اور باہم قتل و قتال کرنے والوں میں صلاح کرا دینے کا حکم دیا گیا ہے اور انہیں بھی مومنین میں شمار کیا گیا ہے:

﴿وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا﴾

یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شرک کے علاوہ جو کبیرہ گناہ ہیں وہ اپنے مرتکب کو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتے۔ لیکن اس کے مرتکب پر فسق کا حکم لگتا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾(النور:4)

(اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لائیں تو انہیں اسی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہی فاسق لوگ ہیں)

پس انہیں فاسقین کہا گیا اور ان کی گواہی کو اس وقت تک کے لیے مردود قرار دے دیا گیا جب تک وہ اللہ تعالی کے حضور توبہ نہیں کر لیتے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾(الحجرات:6)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو)

کسی گناہ کو ہلکا جاننے والا اور کبیرہ گناہ سے عدم توبہ اور اصرار کرنے والا

سوال کا دوسرا فقرہ: سوال 12: کیا کسی گناہ کو ہلکا جاننے والا کافر ہو گا اس طرح کہ وہ اس کے استحلال (حلال قرار دینے) کی تصریح نہیں کرتا (یعنی واضح طور پر منہ سے نہیں بولتا کہ میں اسے حلال سمجھتا ہوں) لیکن بس وہ اس میں واقع ہو جاتا ہے حالانکہ اسے اس کی حرمت کا علم

ہوتا ہے؟

جواب: اگر وہ اس کی حرمت کا عقیدہ رکھتا ہے تو پھر وہ کافر نہیں ہوگا۔ رہا سوال اس کا اسے ہلکا جاننا تو یہ اس کے ضعف ایمانی پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے کفر پر دلالت نہیں کرتا جب تک وہ اس کی حرمت کا عقیدہ رکھتا ہے۔

سوال کا تیسرا فقرہ: سوال 13: سائل کہتا ہے کیا کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا اور اس سے توبہ نہ کرنا اسے کفر بنا دیتا ہے کہ جو اپنے مرتکب کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے یا پھر اس کے مرتکب کو وعید شامل ہے یا وہ وعید کے تحت داخل ہے اگر اللہ چاہے گا تو اسے عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو اسے بخش دے گا؟

جواب: شرک کے علاوہ کبیرہ گناہ پر مصر رہنا اس شخص کو کافر نہیں بنا دیتا کیونکہ جب تک وہ شرک و کفر سے کم تر ہے تب تک وہ فاسق ہی کہلائے گا، اور ملت اسلامیہ سے خارج نہ ہوگا، اگرچہ وہ اس پر مصر ہی کیوں نہ ہو۔

وہ ضوابط جن کی معرفت طالبعلم کے لیے ضروری ہے

سوال کا چوتھا فقرہ: سوال 14: وہ کون سے ضوابط ہیں کہ ایک طالبعلم کو ان کی معرفت رکھنا ضروری ہے تاکہ لوگوں میں سے فلاں پر وہ حکم لگا سکے کہ اس نے ایسی معصیت (گناہ، نافرمانی) کا استحلال کیا ہے جس کی تحریم پر اجماع ہے اس طرح کے اس معصیت کو حلال جاننے والا کافر کہلائے؟

جواب: وہ ضوابط جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ معصیت کو حلال جان لیا گیا ہے یہی ہے کہ وہ شخص صراحتاً اقرار کرے کہ یہ حلال ہے یا اپنی زبان سے یا اپنے دل سے۔ مثلاً وہ لکھے کہ یہ حلال ہے۔ یا کہے کہ یہ حلال ہے۔ یا دو عادل گواہ یا ان سے زیادہ اس بات کی گواہی دیں کہ وہ زنا کو حلال کہتا ہے، یا شراب نوشی کو حلال کہتا ہے، یا سود کو یا اس جیسے دیگر محرمات کو تو اس صورت میں اس پر حکم لگے گا کہ اس نے استحلال کیا یا تو اپنے کلام سے اقرار کرے، یا لکھنے کی صورت میں یا پھر اس کے بارے میں گواہی دی جائے۔